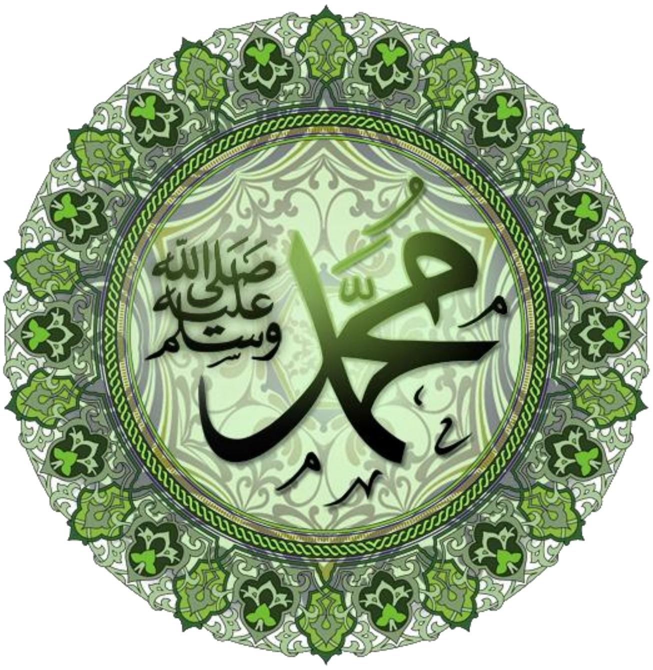
رسول اللہ ﷺ بحیثیت مبلغ اعظم

مقالہ برائے تخصص فی السیرۃ النبویہ



مقالہ نگار: محمد زاہد عفی عنہ

زیر نگرانی: مولانا زاہد حسین حفظہ اللہ

اُستاد محترم: مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب دامت برکاتہم

السیرہ انسٹیٹیوٹ فیصل آباد

مقالہ نگار کا تعارف

نام: **محمد زاہد**

طالب علم: تخصص فی السیرۃ

سیرۃ انسٹی ٹیوٹ اینڈ ریسرچ سینٹر فیصل آباد

فاضل: **جامعہ ہدایہ ڈیفینس کراچی (۱۴۴۵ھ)**

استاد و ناظم: شمع اکیڈمی گلستان ظفر (پی ای سی ایچ ایس) کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، وأشهد أن لا إلہ إلا اللہ، وحدہ لا شریک لہ، وأشهد

أن محمداً عبدہ ورسولہ تسلیماً

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

واما بعد

نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ قیامت تک آنے والے ہر جن وانس کے لئے کامل نمونہ اور قابل اتباع ہستی ہے۔ تاریخِ انسانی میں انبیائے کرام علیہم السلام کا کردار انسانیت کی فلاح، اصلاح اور رہنمائی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے برگزیدہ پیغمبر بھیجے، جو اس کی وحدانیت، عدل، رحم، اور نجات کا پیغام لے کر آئے۔ ان تمام انبیائے کرام میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے اعلیٰ، جامع، اور خاتم النبیین کا مقام عطا ہوا۔ آپ ﷺ نہ صرف اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر فائز تھے، بلکہ آپ کو "مبلغِ اعظم" کا لقب بلاشبہ اس لیے عطا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نہایت حکمت، صبر، رحمت، اخلاص، اور کامل عملی نمونے کے ساتھ انسانوں تک پہنچایا۔
آپ ﷺ کی دعوت کا دائرہ صرف اہلِ مکہ یا عرب تک محدود نہ رہا، بلکہ آپ نے انسانیت کے ہر طبقے، نسل اور زمانے کو مخاطب کیا۔ آپ ﷺ کی تبلیغ نے دلوں کو جیتا، دشمنوں کو دوست بنایا، جہالت کو علم میں بدلا، ظلم کو عدل سے اور فساد کو امن سے مبدّل کیا۔ آپ ﷺ کی دعوتی زندگی صبر، حکمت، تدریج، دعا، حلم، اور اعلیٰ اخلاق کا آئینہ دار تھی۔

زیرِ نظر مضمون میں ہم نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو بالخصوص دعوت و تبلیغ کے پہلو سے جاننے کی کوشش کریں گے۔ ہم یہ دیکھیں گے کہ آپ ﷺ نے ایک مبلغِ اعظم کی حیثیت سے کس حکمت و بصیرت کے ساتھ دینِ حق کو عام کیا، اور آپ کے اسلوبِ دعوت سے آج کے مبلغین حضرات گراں قدر اسباق کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔

داعی اسلام ﷺ کو سلام

سلام اس کو کہ اس کا ہر عمل وحی الٰہی ہے
سلام اس کو کہ اس کا کلمہ گو ہر مور و ماہی ہے

سلام اس کو کہ اسرار الٰہی آسرا اس کا
سلام اس کو مَکارِہ ① سے رہائی مُدعَا اس کا

سلام اس کو رہا اس کا معَلِم داور عالم
سلام اُس کو عُلومِ وحی اسکا مدرسہ ہم دم

رہا رحم د کرم اور صلئہ رحمی دَار و در اس کا
علوم و آگہی کی درس گاہِ عام گھر اس کا

سلام اس کو کہ اس کا عدل کرسی درسِ للّٰہی
سلام اس کو کہ اس کا اسم اک وردِ سحر گاہی

سلام اس کو کہ محکوم عمل ہر مہر و مہ اس کا
علومِ وحی کا اول رہا گھر درس گہہ اس کا

سلام اس کو کہ اک اُمی مگر اک ہادیِ کامل
مُطَہر اور طاہر اک رسول اک حاکمِ عادِل

سلام اس کو کہ وہ اک مصلح و ماوائے عالم ہے
سلام اس کو کہ وہ عِلم و حِکَم کا کوہِ حُکم ہے

سلام اس کو کہ معمارِ حرم ② کی وہ دعا ٹھہرا
دعاؤں کا وہ عاَلَم کی مسلسل مدعا ٹھہرا

سلام اس کو کہ اس کا اِسم احمد وحی سے آئے۔
سلام اس کو کہ روح اللہ ③ اس کی اطلاع لائے

رہا آکر ہی وہ موعود لمحہ اسمِ احمد ﷺ سے
ہوئی معمور، ہاں مکہ کی وادی اُس کی آمد سے

صادق علی صادق دریابادی بستوی کے بے نقطہ کلام داعی اسلام سے ماخوذ

---

① مکارہ مکروہ کی جمع ہے (برائیاں)

② حضرت ابراہیم علیہ السلام

③ حضرت جبرائیل علیہ السلام

تبلیغِ دین کی اہمیت

تبلیغِ دین یعنی اللہ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانا، انبیائے کرام علیہم السلام کا وہ عظیم فریضہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے نبی بھیجے۔ یہ محض ایک عمل نہیں، بلکہ انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔ تبلیغِ دین کی اہمیت قرآن و حدیث، سیرت النبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

اللہ جل جلالہ کا حکم

تبلیغِ دین کا سب سے پہلا اور اہم سبب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْـرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(سورۃ آل عمران:۱۰۴)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ امت مسلمہ کی ذمہ داری صرف عبادت تک محدود نہیں، بلکہ وہ دوسروں کو بھی خیر کی دعوت دینے کی پابند ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب

تبلیغ دین انبیاء کرام کا بنیادی مشن تھا۔ ان کی بعثت ہی اس مقصد کے لیے ہوئی کہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لایا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآ اَيُّـهَا النَّبِىُّ اِنَّـآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْـرًا ۝ وَدَاعِيًا اِلَى اللّـٰهِ بِاِذْنِه وَسِرَاجًا مُّنِيْـرًا﴾(سورۃ الأحزاب:۴۵-۴۶)

"اے نبی ہم نے آپ کو بلاشبہ گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چراغ روشن بنایا ہے۔"

انبیائے کرام علیہم السلام کا مشن

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان کا بنیادی مقصد انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لانا، شرک سے پاک کر کے توحید کی طرف بلانا، اور ظلم و فساد کی جگہ عدل و رحمت کا نظام قائم کرنا تھا۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُـوْحِیٓ اِلَيْهِ اَنَّه لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾(سورۃ الانبیاء:۲۵)

"اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔"

توحید کا پیغام

تمام انبیاء کا بنیادی پیغام "توحید" تھا۔ وہ قوموں کو بت پرستی، جادو، شرک اور باطل معبودوں سے نجات دلا کر صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسی پیغام کو دنیا کے سامنے رکھا۔

اخلاقی اصلاح

انبیاء علیہم السلام نے صرف عقائد کی اصلاح نہیں کی بلکہ اخلاق و کردار کی تعمیر پر بھی زور دیا۔ انہوں نے جھوٹ، دھوکہ، فحاشی، ظلم، بددیانتی، اور دیگر اخلاقی بیماریوں کے خلاف آواز بلند کی۔ انبیاء نے عدل، صدق، عفت، دیانت اور حسنِ سلوک جیسے اوصاف کو عام کیا۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ الْبَزَّازُ، أبنا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَامِعٍ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ، ضِرَارُ بْنُ صُرَدٍ الْكُوفِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تعمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"**

(مسند الشھاب / حدیث:1165)

آخرت کی یاددہانی

انبیاء کرام علیہم السلام نے ہمیشہ اپنی قوموں کو آخرت کی جواب دہی، حساب و کتاب، جنت و دوزخ کی حقیقت اور قیامت کی ہولناکی سے آگاہ کیا۔ ان کا پیغام یہ تھا کہ دنیا کی زندگی فانی ہے، اصل زندگی آخرت کی ہے۔

مظلوموں کی حمایت

انبیاء نے ہمیشہ مظلوموں، کمزوروں، یتیموں اور مسکینوں کی حمایت کی اور ظالموں کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کا مشن صرف مذہبی تبلیغ نہیں بلکہ سماجی انصاف کا قیام بھی تھا۔

جامع اصلاحی نظام

انبیاء کرام علیہم السلام نے انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کیا، جس میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاشرت، معیشت، اور سیاست سب شامل تھے۔ ان کے پیغام کا دائرہ محدود نہیں بلکہ ہمہ گیر تھا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت دراصل انبیائے سابقین کے مشن ہی کی تکمیل تھی۔ آپ ﷺ نے نہ صرف ان تمام پیغامات کو ایک مرتب اور مکمل شکل میں پیش کیا بلکہ قیامت تک کے لیے اس پیغام کی حفاظت کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا گیا۔

امت کی ذمہ داری

اب نبوت کا سلسلہ نبی ﷺ پر مکمل ہو گیا اور ختم نبوت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ پر آگئی ہے کہ وہ اس مشن کو آگے بڑھائے۔

وحدثنا يحيى بن ايوب، وقتيبة بن سعيد، وعلي بن حجر، قالوا: حدثنا إسماعيل وهو ابن جعفر، عن العلاء، عن ابيه، عن ابي هريرة، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: " فضلت على الانبياء بست، اعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، واحلت لي الغنائم، وجعلت لي الارض طهورا ومسجدا، وارسلت إلى الخلق كافة، وختم بي النبيون."

عبد الرحمان بن یعقوب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعے سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، (دشمنوں پر (رعب و دبدبے کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں، زمین میرے لیے پاک کرنے اور مسجد قرار دی گئی ہے، مجھے تمام مخلوق کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے اور میرے ذریعے سے (نبوت کو مکمل کر کے) انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں (صحیح المسلم:1167)

عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہما أن النبي ﷺ قال:

«بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

(رواه البخاري: ٣٤٦١)

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"میری طرف سے لوگوں کو پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ بنی اسرائیل سے روایت کرو، ان سے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے" (صحیح البخاری:3461)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہر مسلمان، خواہ وہ علم میں کتنا ہی محدود کیوں نہ ہو، تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرنے کا پابند ہے۔

نجات کا ذریعہ

تبلیغ دین صرف دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ نہیں بلکہ خود دعوت دینے والے کی نجات کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو بہترین اجر دے گا جو دوسروں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔

معاشرتی اصلاح

تبلیغ دین صرف عبادات کا تذکرہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کی اصلاح کا عمل ہے۔ ایک داعی معاشرے میں اخلاقی بگاڑ، ظلم، جہالت، فتنہ و فساد کو روکنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک مثبت و صالح معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔

دین کی حفاظت

جب مسلمان دین کی تبلیغ چھوڑ دیتے ہیں تو گمراہی، جہالت اور بدعات پھیلنے لگتی ہیں۔ اسی لیے تبلیغ دین کا عمل ہمیشہ جاری رہنا چاہیے تاکہ دین کی اصل روح باقی رہے۔

عمل کے ساتھ تبلیغ

تبلیغ صرف زبانی کلامی نہیں، بلکہ عمل کے ساتھ ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا سب سے مؤثر طریقہ یہی تھا کہ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا، اس پر خود سب سے پہلے عمل کیا۔ یہی طرزِ عمل صحابۂ کرام کا بھی تھا، جس نے اسلام کو دنیا کے ہر کونے تک پہنچایا۔
تبلیغِ دین ایک مقدس ذمہ داری ہے جو ہر مسلمان پر کسی نہ کسی درجے میں عائد ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف دوسروں کو ہدایت ملتی ہے بلکہ خود انسان کا دل بھی ایمان کی روشنی سے معمور ہوتا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ دنیا گمراہی، بے راہ روی اور روحانی خلا کا شکار ہے، اس فرض کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

تبلیغِ دین کی اہمیت

اسلام ایک ایسا آفاقی دین ہے جو پوری انسانیت کی ہدایت اور فلاح کے لیے نازل کیا گیا۔ اس دین کی تعلیمات صرف مخصوص قوم یا علاقے کے لیے محدود نہیں بلکہ دنیا کے ہر فرد کے لیے نجات کا پیغام رکھتی ہیں۔ چنانچہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانا، انبیاءِ کرام علیہم السلام کا بنیادی مشن رہا ہے۔ اسی مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زائد انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانوں کو توحید، عدل، اخلاق، اور خیر کی طرف بلائیں۔
قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر دعوت و تبلیغ کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾(سورۃ حم السجدہ:۳۳)

ترجمہ: "اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔"(سورۃ حم السجدہ:33)

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ دعوت الی اللہ ایک نہایت اعلیٰ و ارفع فریضہ ہے، جسے انجام دینا باعثِ فضیلت ہے۔

تبلیغ دین محض باتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت جدوجہد ہے جس میں دلوں کو نرم کرنا، عقلوں کو جگانا، کردار سے متاثر کرنا، اور سچائی کو واضح کرنا شامل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی مقصد کے لیے اپنی پوری زندگی وقف فرمائی۔ آپ نے دعوتِ دین کے لیے جو مشقتیں برداشت کیں، وہ اس مشن کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔

تبلیغ دین کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کو بھی یہی فریضہ سونپا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾(سورۃ آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"(سورۃ آل عمران:110)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ امتِ مسلمہ کی پہچان ہی تبلیغ ہے۔ جس قوم کے نبی کی زندگی کا بنیادی مقصد دعوت و تبلیغ ہو، اُس امت کے ہر فرد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس مشن کو جاری رکھے۔

عہدِ جاہلیت کا پس منظر

نبی اکرم ﷺ کی بعثت ایسے دور میں ہوئی جب دنیا خصوصاً عرب کا معاشرہ شدید اخلاقی، فکری اور روحانی زوال کا شکار تھا۔ اس دور کو "عہدِ جاہلیت" کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے "جہالت کا زمانہ"۔ یہ صرف تعلیمی پسماندگی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس سے مراد ایسی زندگی ہے جو وحی، ہدایت، اخلاق اور حقانیت سے خالی ہو۔

عرب کا معاشرتی و اخلاقی زوال:

عرب معاشرہ قبائلی تعصب، بدلے کی آگ، ظلم، بے انصافی، فحاشی، شراب نوشی، جوا، سود، اور عورتوں کے استحصال جیسے قبیح اعمال میں ڈوبا ہوا تھا۔ بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا عام بات تھی، اور غلاموں کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ طاقتور کمزور کو دباتا، اور عدل و انصاف کا کوئی تصور نہ تھا۔

مذہبی گمراہی:

عرب لوگ دینِ ابراہیمی کے اصل تصور سے ہٹ چکے تھے۔ کعبہ جو توحید کا مرکز تھا، وہاں تین سو سے زائد بت رکھے گئے تھے، اور لوگ ان بتوں کو معبود سمجھ کر پوجتے تھے۔ شرک، توہم پرستی، اور جھوٹے عقائد کا غلبہ تھا۔ اللہ کو ماننے کے باوجود لوگ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔

عالمی تناظر:

عرب کے ارد گرد کی دنیا بھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ روم اور ایران جیسی بڑی سلطنتیں مادہ پرستی، جبر، طبقاتی تقسیم اور مذہبی انحراف کا شکار تھیں۔ انسانیت روحانی پیاس سے بے حال تھی اور ایک نجات دہندہ کی منتظر تھی۔ روم میں عیسائی مذہب جبکہ ایران میں آتش پرست غالب تھے۔ جب کہ دیگر دنیا میں بت پرستی اور لادینیت کا دور دورہ تھا۔ اور دین ابراہیمی کی ماننے والے افراد چند ایک ہی تھے۔

یہ وہ دور تھا جب انسانیت کو ایک ایسی روشنی کی ضرورت تھی جو اسے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی طرف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس تاریک ماحول میں نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو حق، عدل، توحید اور اخلاق کی طرف بلائیں اور دنیا کو حقیقی روشنی عطا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تبلیغ و اسلوبِ دعوت

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے "داعی الی اللہ" کے بلند مقام پر فائز فرمایا۔ آپ ﷺ کی دعوت کا انداز، حکمت، صبر، اخلاق، اور عملی طرزِ زندگی ایسی روشن مثالیں ہیں جنہوں نے نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا کو متاثر کیا۔ آپ ﷺ کا اسلوبِ تبلیغ ایک مکمل نظامِ دعوت ہے جس میں ہر انسان کے لیے رہنمائی موجود ہے۔

نرم لہجہ اور اخلاقِ حسنہ:

رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا داعیانہ وصف آپ کا نرم مزاج، خوش اخلاقی اور تحمل تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾

(سورۃ آل عمران:۱۵۹)

"اللہ کی مہربانی سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے، اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔"

آپ ﷺ کا نرم لہجہ دلوں میں اتر جاتا تھا، جس سے سخت دل بھی پگھل جاتے۔

تدریج اور حکمت

نبی کریم ﷺ نے دین کی تبلیغ میں ہمیشہ تدریج اور حکمت کو ملحوظ رکھا۔ سب سے پہلے توحید کی دعوت دی، پھر نماز، پھر دیگر احکام۔ آپ ﷺ نے کبھی لوگوں پر بیک وقت سارا بوجھ نہیں ڈالا، بلکہ آہستہ آہستہ ان کے اندر تبدیلی پیدا کی۔

فرداً فرداً دعوت

رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں چھپ کر، پھر قریبی لوگوں کو فرداً فرداً دین کی دعوت دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور دیگر اصحاب فرداً فرداً آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اس طریقے میں مخلصی اور تعلق کی طاقت ہے۔

عوامی خطابات

جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تو آپ ﷺ نے مساجد، خطبہ جمعہ، عیدین، اور حج جیسے بڑے مواقع پر ہزاروں لوگوں کو اجتماعی طور پر دین کی تعلیم دی۔ خطبہ حجۃ الوداع ایک عظیم مثال ہے۔

غیر مسلموں سے مکالمہ

آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت غیر مسلموں کے ساتھ نرم، مؤدبانہ اور عقلی انداز پر مبنی ہوتا تھا۔ نجاشی، اہلِ طائف، یہودیوں اور نصاریٰ سے مکالمہ اس کی مثالیں ہیں۔ آپ ﷺ نے دلائل، تاریخ، مثالوں اور قرآن کی آیات سے ان تک پیغام پہنچایا۔

عمل سے تبلیغ

آپ ﷺ کی زندگی خود ایک زندہ تبلیغ تھی۔ دشمن بھی آپ کو "صادق و امین" کہتے تھے۔ مدینہ میں آپ ﷺ کی سیرت، معاملات، انصاف، رحم دلی اور حقوق کی ادائیگی نے ہزاروں دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔

صبر و استقامت

طائف میں پتھر کھائے، مکہ میں ظلم سہا، ہجرت کی، بائیکاٹ برداشت کیا، مگر آپ ﷺ نے کبھی دعوت سے پیچھے قدم نہ ہٹایا۔ آپ کی استقامت نے صحابہ کو بھی مضبوطی عطا کی۔ آپ ﷺ نے ابو لہب اور دیگر کفار مکہ کو سیکڑوں مرتبہ دعوت دی۔ اور اپنے چچا ابو طالب کو آخری وقت تک دعوت دیتے رہے۔ تمام تکالیف برداشت کیں۔ لیکن ہمت نہیں ہاری۔ طائف کی وادی میں بدترین تشدّد برداشت کیا۔ مگر تبلیغ کا مشن نہیں چھوڑا۔

دعوت کا عالمگیر پیغام

رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو عرب تک محدود نہ رکھا بلکہ قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی، اور دیگر حکمرانوں کو خطوط لکھے۔ یہ پیغام تھا کہ اسلام صرف ایک قوم کے لیے نہیں، پوری انسانیت کے لیے ہے۔

خواتین و بچوں کی تعلیم

آپ ﷺ نے خواتین و بچوں کو بھی دعوتی دائرے میں شامل کیا۔ ان کے لیے خاص مجالس، تعلیمات، اور نصیحتیں فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر خواتین نے آپ ﷺ کی سیرت سے دین سیکھا اور آگے پہنچایا۔

تعلیم و تربیت کی بنیاد

نبی ﷺ نے صرف تبلیغ نہیں کی، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی تربیت بھی کی۔ مسجد نبوی، صفہ، غزوات، روزمرہ کی زندگی — ہر مقام آپ ﷺ کے لیے درسگاہ تھی۔

نبی کریم ﷺ کا اسلوبِ دعوت جامع، متوازن اور مؤثر تھا۔ اس میں محبت، حکمت، علم، صبر، قربانی، تدریج، اور اخلاق کی جھلک ہر قدم پر نظر آتی ہے۔ آج کے مبلغین کے لیے آپ ﷺ کا اسلوب ایک کامل نمونہ ہے، اور اگر اسی روش پر عمل کیا جائے تو دین کی روشنی ہر دل تک پہنچ سکتی ہے۔

بعثت کی تیاری

شق صدر

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں شق صدر کا واقعہ متعدد مرتبہ پیش آیا۔ یہ نبوت کے بار کو اٹھانے کی تیاری تھی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس اعزاز کے لئے تیار کیا تو اس کے لئے جبرائیل علیہ السلام نے پہلی مرتبہ آپ کے سینے کو چاک کیا اور دل کی صفائی کی جس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال تھی۔ دوسری مرتبہ یہ واقعہ دس سال کی عمر میں اور تیسری مرتبہ پہلی وحی کے نزول کے بعد اور پھر شب معراج میں پیش آیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشرح میں بھی فرمایا ہے۔

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾(سورۃ الشرح:1)

کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔(سورۃ الشرح:1)

مفسرین کرام نے اس واقعے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي۔ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي﴾ ہی کا تسلسل بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو نبوت کے بار کے لئے کھول دیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:"واسترُضعتُ فِي بَنِي سَعد بن بكر، فَبينا انا مع مملوءَةٍ ثلجاً، ثم اخذاني فشقَّا بَطْنِي، واستَخرَجَا قَلبِي فَشَقَّاهُ فَسْتَخرَجَا مِنهُ عَلَقَة سَوداءَ فَطَرَحَاهَا، ثُمَّ غَسَلاَ قَلْبِي وَبَطْنِي بِذَلِکَ الثَّلجِ حَتَّى أَنقيَا۔

صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح سے ہے:"روى مسلم بن حجاج عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ اتاه جبرئيل و هو يلعب مع الغلمان فاخذه و صرعه،فشق عن قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة فقال: هذا حظ الشيطان منک، ثم غسله فی طست من ذهب بماء زمزم، ثم لامه ثم اعاده فی مكانه۔ "جاء الغلمان يسعون الى امه۔ يعنى ظئره۔ فقالوا:ان محمدا قدقتل فاستقبلوه وهو منتقع اللون، قال انس: وقد كنت ارى اثر ذلک المخيط فی صدره"

یعنی؛ مسلم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک دن جب رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، جبرائیل علیہ السلام اُن کے نزدیک آئے اور انھیں پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور آپ ﷺ کا سینہ چاک کر کے اُس میں سے آپ ﷺ کا دل نکال کر اُس میں سے ایک خون کا لوتھڑا نکال کر کہا یہ تم میں شیطان کا حصہ ہے، پھر آپ ﷺ کے دل کو سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا اور پھر اُسے اُسی طرح اپنی جگہ رکھ کر سینہ بند کر دیا۔ بچے اپنی ماں کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور ماں سے کہا: کہ محمد قتل ہو گئے ہیں, وہ سب آپ ﷺ کی طرف آئے تو آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا رنگ اُڑا ہوا تھا! انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ کے سینے میں ٹانکے لگے ہوئے دیکھے ہیں۔

جبکہ ایک اور مرتبہ یہ واقعہ شب معراج میں مسجد الحرام سے روانگی کے وقت پیش آیا اور یہ آخری مرتبہ تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال میں تھا کہ مجھے زمزم کے پاس

لے جایا گیا اور میرا سینہ کھولا گیا پھر حکمت وایمان سے بھرا ہوا سونے کا طشت لایا گیا اور میرے سینے میں ڈالا گیا (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا سینہ مبارک دِکھایا) پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے فرشتہ آسمان کی طرف لے گیا۔

صحیح البخاری کی روایت ہے:

"قال أنس: كان أبو ذر رضی اللہ عنہ يحدث:أن رسول الله ﷺقال: (فرج سقف بيتي وأنا بمكة، فنزل جبريل ففرج صدري، ثم غسله بماء زمزم، ثم جاء بطست من ذهب، ممتلئ حكمة وإيمانا، فأفرغها في صدري، ثم أطبقه..الخ."

(کتاب الأنبیاء، باب ذکر إدریس علیہ السلام، ج:3، ص:1217، ط: دار ابن کثیر)

فتح الباری میں ہے:

"ومحصله أن الشق الأول كان لاستعداده لنزع العلقة التي قيل له عندها هذا حظ الشيطان منك والشق الثاني كان لاستعداده للتلقي الحاصل له في تلك الليلة...وروي الشق أيضا وهو بن عشر أو نحوها في قصة له مع عبد المطلب أخرجها أبو نعيم في الدلائل وروي مرة أخرى خامسة ولا تثبت قوله."

(کتاب الإیمان، قولہ: باب کیف فرضت الصلاۃ، ج:1، ص:460، ط: دار المعرفۃ)

عمدۃ القاری میں ہے:

"وقد استنكر بعضهم وقوع شق الصدر ليلة المعراج، وقال: إنما كان ذلك وهو صغير في بني سعد ورد بأنه ثبت شق الصدر أيضا عند البعثة، ثم وقع أيضا عند إرادة العروج إلى السماء."

(کتاب بدا الخلق، باب المعراج، ج:17، ص:23، ط: دار الفکر)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"وقد وقع الشق له ﷺمرارا، فعند حليمة، وهو ابن عشر، ثم عند مناجاة جبريل علیہ السلام له بغار حراء، ثم في المعراج ليلة الإسراء. (رواه مسلم) . وكذا النسائي."

(کتاب الفضائل، باب علامات النبوۃ، ج:9، ص:3743، ط: دار الفکر)

حکمت و معنویت:

علماء کے نزدیک اس واقعے کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں:

- نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نبوت کے عظیم منصب کے لیے باطنی طور پر پاک صاف کرنا۔
- شیطان کے وسوسوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو محفوظ بنانا۔
- دل کو نورانیت، طہارت اور فرشتوں کے لمس سے مزین کرنا۔
- معراج ایک عظیم روحانی سفر تھا، جس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ملاقات کی۔
- اس سے قبل روحانی و باطنی تیاری کی غرض سے شقِ صدر عمل میں لایا گیا۔
- ایمان، یقین، صبر، حکمت اور نور کے انوار سے دل کو معمور کیا گیا تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس بلند درجے کی قربِ الٰہی کو برداشت فرما سکیں۔

تبلیغ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دور

۱؁ نبوی تا ۱۳؁ نبوی

بعثتِ نبوی اور ابتدائی تبلیغ

اللہ جل جلالہ نے جب انسانیت کو ہدایت کی روشنی سے منور کرنے کا وقت مناسب جانا تو نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی۔ یہ عظیم واقعہ رمضان المبارک کی ایک بابرکت رات "لیلۃ القدر" میں پیش آیا، جب غارِ حرا میں اللہ کے محبوب ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

پہلی وحی کا نزول:

نبی کریم ﷺ عبادت، تفکر اور تنہائی کے لیے غارِ حرا میں جایا کرتے تھے۔ وہ اپنے گردوپیش کی بدحالی، ظلم و جہالت کو دیکھ کر رنجیدہ رہتے۔ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر نازل ہوئے اور فرمایا:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾(سورۃ العلق:۱)

ترجمہ: "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔" (سورۃ العلق:1)

حَدَّثَنَا يَحْيَي بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَي رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَي أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَي خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّي جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّي بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّي بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ { **اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ**} فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَي خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّي ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَي نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَي نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّي أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّي ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَكَانَ امْرَأً قَدْ تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنْ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَي فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَي فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَي مُوسَي يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ--- (صحیح البخاری : بَدْءِ الْوَحْيِ حدیث نمبر3)①

جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو، میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے دبایا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے دبادیا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو دبادیا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔

①(صحیح البخاری: بَدْءِ الْوَحْيِ حدیث نمبر3)

پس یہی آیتیں آپ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچا زاد بھائی تھے۔۔۔۔۔۔۔ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

یہ پہلی وحی نبوت کے آغاز کی علامت تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس غیر معمولی تجربے سے گھبرا گئے اور گھر واپس آ کر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے مدد طلب کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور آپ کے بلند کردار کی گواہی دی۔

دعوت کا خفیہ مرحلہ:

نبوت کے ابتدائی تین سال تک آپ ﷺ نے دعوتِ دین کو خفیہ رکھا تاکہ لوگوں کو آہستہ آہستہ آمادہ کیا جا سکے۔ اس دوران آپ نے سب سے پہلے اپنے قریبی افراد کو دعوت دی۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی خفیہ تبلیغ کے ذریعے کئی دیگر بڑے صحابہ کرام کو اسلام میں داخل کیا، جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل تھے۔ ①

دعوتِ دین کا اعلانیہ آغاز:

نبوت کے چوتھے برس جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴)

ترجمہ: "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔" (سورۃ الشعراء:214)

---

①۔(صحیح بخاری: حدیث نمبر 3857)

اس حکمِ ربانی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے اب اعلانیہ دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمایا، اوریوں مکی زندگی کے دوسرے دور کا آغاز ہوا، جو کہ نبوت کے دسویں سال تک جاری رہا۔ چنانچہ ایک روز آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر اپنے خاندان والوں یعنی بنوہاشم کو جمع کیا تاکہ ان کے سامنے دعوتِ حق پیش کر سکیں، لیکن اس موقع پر ابولہب نے حسبِ معمول الٹی سیدھی ہانکنی شروع کی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنا مدعیٰ بیان نہ کرسکے۔

دوسرے روز آپ ﷺ نے دوبارہ بنوہاشم کو جمع کیا اور مدعیٰ بیان کرنے سے پہلے ان سے اپنی تصدیق چاہی جس پر ان سب نے بیک زبان کہا: **مَا جَرَّبنَا عَلَیکَ کَذِباً** یعنی ''ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔'' تب آپ ﷺ نے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا، اللہ کے دین کی طرف انہیں دعوت دی، صرف ایک اللہ کی عبادت کی تلقین فرمائی، بت پرستی اور ہر قسم کے شرک سے انہیں روکا، معاشرتی برائیوں سے باز رہنے کی تاکید فرمائی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان حاضرینِ محفل سے دریافت فرمایا کہ اس کام میں تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا...؟

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس وقت کم سن تھے، اور اس محفل میں موجود تمام افرادِ بنوہاشم میں وہ سب سے چھوٹے تھے، مگر اس کے باوجود وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور بآوازِ بلند' بلاتردد آپ ﷺ کی حمایت اور اس کام میں بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ کیا، جبکہ وہ اس سے بہت قبل ہی مشرف باسلام بھی ہو چکے تھے۔

آپ ﷺ کے سرپرست اور مشفق ومہربان چچا ابوطالب نے اس موقع پر آپ ﷺ کو اس سلسلے میں اپنی مکمل حمایت اور تائید کا یقین دلایا، البتہ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ: **اِنّ نَفسِي لَاتُطَاوِعُنِي عَلیٰ فِرَاقِ دِینِ عَبدِ المُطَّلِب** یعنی ''میرا دل نہیں مانتا کہ میں عبدالمطلب کے دین سے روگردانی کروں۔'' مقصد یہ کہ دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور نشرواشاعت کی جہاں تک بات ہے' اس سلسلے میں میں آپ ﷺ کے شانہ بشانہ ہر تعاون اور مدد کیلئے مکمل طور پر تیار ہوں... لیکن جہاں تک میرے اپنے دین کا معاملہ ہے تو میں اپنے آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتا!!...

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سلسلۂ گفتگو جاری رکھا، اسی دوران جب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: **اِنِّي نَذِیرٌ لَکُم بَینَ یَدَيْ عَذَابٍ شَدَیدٍ** یعنی ''میں تمہیں ڈراتا ہوں سخت عذاب سے۔'' یہ الفاظ سنتے ہی ابولہب بھڑک اٹھا، اوریوں ہرزہ سرائی کرنے لگا: **تَبّاً لَکَ ، اَلِهٰذَا جَمَعتَنَا؟** یعنی (العیاذ باللہ)''تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے ہم سب کو صرف اسی لئے یہاں جمع کیا ہے؟''

ابولہب کی زبانی یہ انتہائی سخت اور قبیح ترین الفاظ سن کر رسول اللہ ﷺ انتہائی رنجیدہ ہو گئے، جس پر آپ ﷺ کی دلجوئی وتسلی کیلئے خالقِ ارض وسماء کی جانب سے سورۃ المسد (یعنی: **تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَـهَبٍ وَّتَبَّ**) نازل کی گئی، جس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے یہ کہا گیا کہ ہلاکت وبربادی تو خود ابولہب کیلئے ہے!...

انہی دنوں جب آیت: ﴿ **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ** ﴾ (سورۃ الحجر: ۹۴)

یعنی ''آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے آپ خوب صاف صاف بیان کر دیجئے...'' نازل ہوئی تو اس حکمِ ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے اب آپ ﷺ نے اپنے سلسلۂ دعوت وتبلیغ کو مزید تیز کر دیا اور اس کام کو مزید وسعت دی، چنانچہ اب آپ ﷺ نے اپنے قرابت داروں کے علاوہ مزید یہ کہ پورے شہرِ مکہ میں ہر جگہ اور ہر قبیلے کو پیغامِ حق پہنچانا شروع کر دیا، اب آپ ﷺ جگہ جگہ گھومتے، مختلف قبائل اور خاندانوں کے مساکن میں تشریف لے جاتے، بازاروں' گلیوں' محلوں' میں جاتے، کوئی میلہ منعقد ہوتا... یا کوئی محفل سجتی... یا کسی بھی قسم کا کوئی اجتماع ہوتا... آپ ﷺ وہاں پہنچتے... خصوصاً حج کے موقع پر بیرونِ مکہ سے بڑی تعداد میں جو لوگ حج کی غرض سے آتے' آپ ﷺ انہیں دینِ اسلام کی دعوت دیتے، اسی طرح مختلف علاقوں سے عربوں کے جو تجارتی قافلے مکہ آتے آپ ﷺ ان سے ملاقاتیں کرتے، ان کے ٹھکانوں اور ان کی اقامت گاہوں میں جا کر انہیں پیغامِ حق سناتے اور دینِ برحق کی طرف دعوت دیتے!...

مکہ مکرمہ میں تبلیغی جدوجہد

جب نبی کریم ﷺ نے اعلانیہ طور پر دعوتِ توحید کا آغاز کیا، تو مکہ کی فضاؤں میں ایک نئی آواز گونجنے لگی—وہ آواز جو باطل کے ایوانوں میں لرزہ طاری کرنے والی تھی، جو مظلوموں کے دلوں میں اُمید جگاتی اور ظالموں کو آئینہ دکھاتی تھی۔ یہ محض ایک مذہبی دعوت نہ تھی، بلکہ ایک ہمہ گیر انقلاب کا آغاز تھا جو انسانی سوچ، معاشرت اور نظام کو بدلنے آیا تھا۔

قریش کی مخالفت اور اذیتیں

جیسے ہی نبی ﷺ نے بت پرستی، ظلم، جاہ و جلال، سود خوری، اور بے حیائی کے خلاف آواز بلند کی، قریش کی سرداری کو خطرہ محسوس ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ پیغام عام ہو گیا، تو ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے۔

قریش نے ہر حربہ آزمایا:

- آپ کو جھوٹا، جادوگر، شاعر، دیوانہ کہا گیا۔
- صحابہ کرام کو جسمانی اذیتیں دی گئیں۔
- حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ریت پر گھسیٹا گیا، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو آگ پر لٹایا گیا، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو شہید کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کا صبر و استقلال:

اس تمام ظلم و ستم کے باوجود نبی کریم ﷺ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ نہ آپ نے بد دعا کی، نہ انتقام لیا، بلکہ ہمیشہ اللہ کی رحمت اور ہدایت کی دعا کرتے رہے۔ فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔"

حکمت و بصیرت سے دعوت:

نبی اکرم ﷺ نے ہر ممکن حکمت اور بصیرت سے کام لیا۔ مکہ کی گلیوں، میلوں، بازاروں، حج کے ایام میں آنے والے قافلوں، یہاں تک کہ طواف کے دوران بھی آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے۔ آپ نے دعوت کے لیے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو الگ الگ انداز سے خطاب فرمایا۔ نوجوانوں، غلاموں، عورتوں، تاجروں، سب کے دلوں تک آپ کا پیغام پہنچا۔

شخصی کردار کی دعوت:

نبی ﷺ کا سب سے بڑا ہتھیار آپ کا بلند اخلاق، صداقت، دیانت اور امانت تھی۔ آپ کو "الصادق" و "الامین" کہا جاتا تھا۔ آپ کا عمل، آپ کی دعوت کا سب سے مؤثر ذریعہ تھا۔

شعب ابی طالب کی قید اور پابندیاں

سیرت کے تقریباً تمام مصادر اس بات پر متفق ہیں کہ شعب ابی طالب بعثت کے ساتویں سال کے شروع، ماہ محرم کی پہلی تاریخ میں واقع ہوا۔ قریش مکہ نے جب آقائے دوجہاں ﷺ کا سوشل بائیکاٹ کیا تو اس کا ایک عہد نامہ لکھ کر محفوظ کر دیا اور قسم کھائی کہ جو سردار و معزز قریش اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا، اسے بھی مسلمانوں کی طرح سخت سزا دی جائے گی۔ یہ عہد نامہ تاریخ کا سفاک ترین معاہدہ تھا جس نے انسانیت کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے ساتھ کیا ہوا، قریش مکہ اسکا انجام دیکھ کر کانپ اٹھے تھے۔
آپ ﷺ اپنے جانثاران کے ساتھ بنو شعب کی گھاٹی میں تین سال محصور رہے تو قریش مکہ کی اس سفاکی پر آسماں بھی رو دیا تھا۔ سرکار دوجہاں ﷺ کے صبر او ستقامت کے اس دور کے بارے ابن سعد اور بیہقی کی روایات ہیں کہ محصورین کی زبوں حالی اور بے چارگی یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کے بچے بھوک سے روتے اور بلکتے اور ان کے رونے اور چیخنے کی آوازیں شعب ابی طالب سے باہر بھی سنائی دیتیں اور آس پاس کے پڑوسی بے چین اور مضطرب ہو جاتے لیکن کچھ سنگدل اور بدبخت ایسے بھی تھے جو معصوم بچوں کی چیخ پکار سن کر خوشی کا اظہار کرتے۔ تنگی و عسرت ، قید و بند اور فاقہ کشی کا یہ ہولناک دور موسیٰ بن عقبہ کے بیان کے مطابق تین سال جاری رہا۔ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابتلا و آزمائش کا یہ سخت ترین دور بڑے صبر اور حوصلے سے گزارا، حق کی راہ میں آنے والی تمام تکلیفیں اور پریشانیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ مکے کی وہ خوشحال ترین خاتون جو معاشرے میں معزز و محترم ہونے کی وجہ سے ''سیّدہ'' کے نام سے مشہور تھیں، اپنے رفیق زندگی کے ساتھ پیکر تسلیم و رضا بنی ہوئی تھیں اور اپنی فطرت اور طبعی بلند حوصلگی سے گرفتاران مصیبت و اذیت کو دلاسا دینے اور ان کا حوصلہ بلند کرنے کی کوشش میں مصروف تھیں۔

آخر کار مظلوموں کی حد سے بڑھی ہوئی مظلومیت اور معصوم بچوں کی دلوں کو ہلا دینے والی بلبلاہٹ اپنا رنگ لا کر رہی۔ قریش کے وہ لوگ جن کے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے رشتے داری کے تعلقات تھے، ان کی اس الم انگیز حالت زار پر خون کے آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔ کچھ رحم دل اور انسان دوست افراد اس ظالمانہ معاہدے کو ختم کرنے کے بارے میں اپنی اپنی جگہ سوچنے لگے لیکن اظہار کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کار خیر میں سبقت کی سعادت ہشام بن عمرو العامری کے حصے میں آئی۔ اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، بنو اسد کے سردار عاص بن ہاشم اور زمعہ بن الاسود کو اپنا ہمنوا بنایا اور ایک روز یہ قریش کی مجلس میں گئے۔ زہیر ابی امیہ نے اہل مکہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:
''اے اہل مکہ! کیا ہم کھائیں پئیں اور کپڑے پہنیں جبکہ بنی ہاشم ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان سے کچھ خریدا جاتا ہے نہ ان کے ہاتھ کچھ فروخت کیا جاتا ہے ۔ خدا کی قسم ! میں ہر گز نہ بیٹھوں گا جب تک اس ظالمانہ مقاطعے کی دستاویز پھاڑ نہ دی جائے۔''
یہ سن کر ابو جہل چیختے ہوئے بولا ''تم نے جھوٹ کہا ہے، وہ ہر گز نہیں پھاڑی جائے گی'' ابو جہل کی مخالفت میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مجلس میں بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔

عین اس وقت جب شعب ابی طالب سے باہر قریش کی مجلس میں مقاطعے کی یہ دستاویز زیر بحث تھی، ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ابن سعد، ابن ہشام اور بلاذری نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ بائیکاٹ کی دستاویز میں ظلم و ستم اور قطع رحمی کا جو مضمون تھا، اسے دیمک چاٹ گئی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کا ذکر اپنے چچا ابو طالب سے کیا۔ انہوں نے پوچھا "کیا تمہیں اس کی خبر تمہارے رب نے دی ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت ابو طالب نے اس بات کا ذکر اپنے بھائیوں کے سامنے کیا۔ انہوں نے پوچھا: "آپ کا خیال ہے؟" ابو طالب نے کہا: "خدا کی قسم! محمد ﷺ نے مجھ سے کبھی کوئی جھوٹ بات نہیں کہی۔" ابو طالب نے حضور ﷺ سے دریافت کیا "اب کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔'
آپ ﷺ نے فرمایا: "چچا! آپ عمدہ لباس پہن کر سرداران قریش کے پاس چلے جائیں اور ان کو یہ بات بتائیں۔"

حضرت ابو طالب اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ اس مجلس میں پہنچے جہاں قریش کے دانا و بینا اس دستاویز کے معاملے پر غور خوض کر رہے تھے۔ ابو طالب کو آتے دیکھ کر اہل مجلس نے خوشی کا اظہار کیا اور آمد کی وجہ پوچھی۔ ابو طالب نے حاضرین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "میرے بھتیجے محمد ﷺ نے جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، مجھے خبر دی کہ مقاطعے کی دستاویز میں جور و ستم اور قطع رحمی سے متعلق تمہاری تمام تحریر دیمک چاٹ گئی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ اب تم وہ صحیفہ منگوا کر دیکھ لو۔ اگر میرے بھتیجے کا بیان غلط نکلا تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر تمہیں اختیار ہے چاہے قتل کر دو اور چاہے زندہ رہنے دو لیکن اگر اس کی بات سچ نکلی تو ہمارے ساتھ اس بدسلوکی سے باز آجاؤ۔'

ابو طالب کی یہ بات سن کر حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ دستاویز منگوا کر دیکھی گئی۔ وہی بات سچی نکلی جس کی خبر دی گئی تھی۔ اس پر قریش کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ندامت اور شرم سے ان کی آنکھیں جھک گئیں۔

یہ کہہ کر ابو طالب تو گھاٹی کی طرف لوٹ آئے۔ مجلس میں ابو جہل اور اس جیسے ضدی آدمیوں پر ملامت کی بوچھاڑ شروع ہو گئی اور مقاطعے کے خاتمے کے حامی حضرات اسلحے سے لیس ہو کر شعب ابی طالب کی طرف گئے اور محصورین سے کہا کہ وہ اپنے گھروں میں جا کر آباد ہو جائیں۔ اس طرح ظلم و ستم اور جور و تعدی کا یہ تین سالہ طویل دور ختم ہوا۔

طائف کا سفر اور تبلیغ کا تسلسل

نبوت کا دسواں سال جس کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے، اسی سال ہمارے پیارے نبی ﷺ کے مشفق چچا ابو طالب اور وفا شعار رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، چچا ابو طالب کے انتقال پر آپ ﷺ بہت زیادہ مغموم ہوئے، کیونکہ ابو طالب کفارِ مکہ کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کا دفاع کر رہے تھے، ایک تو ظاہری اسباب کے دائرہ میں چچا ابو طالب کی حمایت و مدد اُن کے انتقال کے وجہ سے ختم ہو چکی تھی، دوسرے چچا ابو طالب کا انتقال کفر پر ہوا، اس کا بھی آپ ﷺ کو بہت قلق تھا، پھر تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جو نہ صرف آپ ﷺ کی بیوی تھیں، بلکہ حق کی آواز، سب سے پہلے لبیک کہنے والی اور گلشنِ اسلام کی پہلی کلی تھیں، جب کبھی آپ ﷺ کفار و مشرکین کی ایذا رسانی سے ملولِ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی غمگسار ہوتیں اور آپ ﷺ کو تسلی دیتیں۔ ان دونوں شخصیات کی وفات کے ساتھ ہی کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کا بادل آپ ﷺ پر پیہم برسنے لگا، طاغوتی طاقتوں نے مکر و فریب کے ترکش خالی کرنا شروع کر دیئے، قریش کا یہ غیر انسانی اور بہیمانہ سلوک نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ تھا، بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے تھے، ان میں آپ ﷺ کا چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل، حکم ابن ابی العاص، عقبہ ابن ابی معیط اور اس کے ساتھیوں نے دوسروں کے مقابلے بہت زیادہ ایذاء و تکلیف پہنچائی۔

ابو لہب آپ ﷺ کا حقیقی چچا تھا، مگر حضور اقدس ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کو تکلیف دینے کے در پے رہتا، موسم حج ہو یا مکہ کا بازار جہاں بھی آپ ﷺ کو دین کی تبلیغ کرتے ہوئے پاتا آپ ﷺ کو پیچھے سے آواز لگاتا اور کہتا کہ: لوگو! یہ شخص بد دین اور جھوٹا ہے، اس کی باتوں میں مت آؤ، اور دوسروں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا، چنانچہ قریش آوارہ لڑکوں اور اپنے اوباش غلاموں کو آپ ﷺ کے راستے پر بٹھا دیتے اور جب آپ ﷺ اس راستے سے گزرتے تو سب آپ ﷺ کے پیچھے لگ جاتے، آپ ﷺ کا مذاق اُڑاتے، آپ ﷺ پر طعنے کستے، ان ہی حالات کی وجہ سے مکہ کی سرزمین آپ ﷺ پر تنگ ہو گئی، آپ ﷺ نے یہ دیکھا کہ نبوت کا بادل پیہم برس رہا ہے، لیکن مکہ کی سرزمین بنجر اور غیر صالح ثابت ہو رہی ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا جو آبادی اور خوشحالی کے اعتبار سے مکہ کے بعد دوسرے نمبر پر تھا، جیسے مکہ ہبل کی عبادت کا مرکز تھا تو طائف میں لات کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔

خاندانِ بنو ہاشم کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں، چند قبیلوں کو رسول اللہ ﷺ کے ماموؤں کا خاندان کہا جاتا ہے، مکہ کے اہلِ ثروت تجارت اور گرمیاں گزارنے طائف آیا کرتے تھے۔ زرخیز زمین، خوبصورت موسم اور باغات کی کثرت کی وجہ سے یہاں کے باشندے کافی خوش حال تھے، مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ سفر نہ وہاں کے باشندوں کی خوش حالی اور زرخیزی سے متاثر ہو کر کیا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملنے اور خوشگوار موسم سے لطف اندوز ہونے آئے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے یہ

سفر پیدل چلتے ہوئے خالص توحید کے پیام کو عام کرنے اور انسانیت کو کفر وشرک کے ظلمات سے نکال کر ایمان ویقین کے روشنی سے منور کرنے کے لیے کیا تھا اور اس اُمید سے آئے تھے کہ یہاں کے لوگ پیامِ توحید قبول کرلیں اور آپ ﷺ کو محفوظ ٹھکانہ دے دیں، مگر طائف والوں نے آپ ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کی اہلِ مکہ کو بھی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ طائف کا دن آپ ﷺ کی زندگی کا سخت ترین دن تھا، چنانچہ صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ کی زندگی میں اُحد سے بھی زیادہ سخت ترین دن کوئی گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں عائشہ! طائف کا دن بڑا سخت ترین دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو وہاں کے سرداروں کے سامنے پیش کیا تھا۔ طائف مکہ مکرمہ سے ۱۲۰ر کلو میٹر کے فاصلے پر مشرقی جانب اور سطح سمندر سے تقریباً ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے، اس سفر میں آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ رکھا۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے جب وہاں کے سرداروں سے آپ ﷺ نے ملاقات کی جو آپ ﷺ کے ننھیالی رشتہ دار بھی تھے، ان دنوں طائف میں عمرو بن عمیر بن عوف کے تین لڑکے عبدیالیل، مسعود اور حبیب بنو ثقیف کے سردار تھے، آپ ﷺ نے مذکورہ بالا تینوں سرداروں سے ملاقات کی اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور اپنی مدد کی درخواست کی، آپ ﷺ نے مسلسل دس دن وہاں قیام کرکے ان کو سمجھانے کی پوری کوشش کی، کفرو شرک چھوڑ کر ایمان کی طرف آنے کی دعوت دی، لیکن ان تینوں نے نہایت گستاخانہ جواب دیا۔ ایک نے کہا: تمہارے سوا اللہ کو اور کوئی نہ ملا جسے نبی بناتا؟ دوسرے نے کہا: کعبۃ اللہ کی اس سے بڑی اور کیا توہین ہوگی کہ تم سا شخص پیغمبر ہو؟ تیسرا بولا: میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا، اگر تم سچے ہو تو تم سے گفتگو خلافِ ادب ہے اور اگر جھوٹے ہو تو گفتگو کے قابل نہیں۔ مذکورہ سرداروں نے نہ صرف ہدایت کو قبول نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ کو یہ حکم بھی دیا کہ بہت جلد آپ یہ بستی چھوڑ دیں۔ ان بدبختوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، طائف کے بدمعاشوں اور اوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگادیا کہ وہ آپ ﷺ کا مذاق اُڑائیں ، چنانچہ انہوں نے راستہ سے گزرتے وقت آپ ﷺ پر پتھر مارنے شروع کردیئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان پتھروں کے لیے سپر بن جاتے، یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا، حضور ﷺ کا جسم لہولہان ہوگیا اور آپ ﷺ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں، جب آپ ﷺ زخموں سے چور ہوکر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کردیتے اور پھر آپ ﷺ جب چلنے لگتے تو پتھر برساتے، ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے، پتھروں کے برسانے سے آپ ﷺ کو بہت چوٹیں آئیں اور آپ ﷺ زخموں سے بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھاکر آبادی سے باہر عتبہ اور شیبہ کے باغ میں لے آئے، عتبہ اور شیبہ باوجود کفر پر قائم ہونے کے شریف الطبع اور نیک نفس تھے، اس باغ میں بیٹھ کر آپ ﷺ نے دعا فرمائی جو دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے، اس دعا کا ایک ایک فقرہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدیت اور تواضع وانکساری کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور سوز وگداز اور درد وکرب

کے عطر میں بسا ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طائف کے لوگوں نے آپ ﷺ سے جو بد سلوکی کی اور بد تمیزی کی اس کی وجہ سے آپ ﷺ کس قدر مغموم اور رنجیدہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بارالہا! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں، یا ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے؟ کیا کسی بے گانہ کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے، میں تیرے چہرہ کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا تیرا اعتاب مجھ پر وارد ہو، تیری رضا مطلوب ہے، یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔

عتبہ اور شیبہ کے اسی باغ میں عداس رضی اللہ عنہ نامی ایک شخص نے آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا، وہ آپ ﷺ کے پاس کچھ انگور لے کر آیا اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیئے، آپ ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر انگور کھانے لگے تو عداس حیرت سے آپ ﷺ کی صورت دیکھنے لگا، آپ ﷺ نے پوچھا: تم کہاں کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا کہ: وہ عیسائی ہے اور نینویٰ کا رہنے والا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس صالح انسان کی بستی کے ہو جن کا نام یونس بن متی علیہ السلام تھا؟ عداس نے پوچھا کہ آپ کس طرح انہیں جانتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ: وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں، عداس نے آپ ﷺ کا نام پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "محمد" تب عداس نے کہا کہ: میں نے توریت میں آپ کا اسمِ مبارک دیکھا ہے اور آپ کے اوصاف بھی پڑھے ہیں، اس کے بعد اس نے کہا کہ: میں ایک عرصہ سے یہاں آپ کے انتظار میں ہوں، مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے، آپ ﷺ کے اسلام پیش فرمانے پر وہ فوری مسلمان ہو گیا اور جھک کر حضور ﷺ کے سر، ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا۔

طائف کے اس سفر میں بہت سی باتیں قابلِ توجہ اور لائق تقلید ہیں، پہلی یہ کہ آپ ﷺ لوگوں کی ہدایت کے لیے بہت فکر مند اور بے چین رہا کرتے تھے، مکہ کے مشرکین نے جب دینِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے طائف کے لوگوں کو سمجھانے کے لیے وہاں کا سفر کیا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ اُمت کے ہر فردِ بشر کو اسلام کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں۔ نبی ﷺ کے اسی درد اور جذبہ کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الشعراء:۳)

"شاید اے محمد! آپ تو اہل مکہ کے ایمان نہ لانے کے غم میں اپنی جان کھو دیں گے۔" (الشعراء:۳)

سفر طائف سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ دشمنوں کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ بہت بہتر تھا اور آپ ﷺ کے اخلاق بہت اعلیٰ تھے، اور اسی اعلیٰ اخلاق کے ساتھ آپ ﷺ طائف کے سرداروں اور لوگوں سے ملے اور ان کے نازیبا سلوک کے باوجود اپنے عالی اخلاق کو پیش کیا، اور اُمت کو بھی یہ تعلیم دی کہ دعوت و تبلیغ کے لیے داعی کے اندر عمدہ اخلاق اور صبر و تحمل کا ہونا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کے انہی اخلاق کو قرآن مجید میں اخلاقِ عظیمہ کہا گیا اور اسی کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔

اس سفر میں ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ رہے، خوشی ہو یا غم، راحت ہو یا مصیبت، ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرنا کامیاب انسان کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے سفر میں یہی کام کیا، جب طائف والوں نے آپ ﷺ کو سخت ترین تکلیفیں دیں آپ ﷺ کا پورا جسم لہولہان ہو گیا، اس وقت بھی آپ ﷺ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ ہی سے مدد کے طلب گار ہوئے۔

نبی ﷺ کا رحمت بھرا رویہ:

واقعۂ طائف میں ایک بات جو سب سے زیادہ اہم اور قابلِ توجہ ہے وہ آپ ﷺ کا عفو و درگزر ہے، بے انتہا تکلیف دینے والوں کو آپ ﷺ نے معاف کر دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے عذاب کا فرشتہ بھی بھیج دیا تھا اور آپ ﷺ کی اجازت کی ضرورت تھی؛ لیکن آپ ﷺ نے کہا کہ: اے جبرئیل! ان کو عذاب میں مبتلا مت کرو، ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو میرے دین کو ماننے والے ہوں گے، اسی عفو و درگزر اور صبر و تحمل کا نتیجہ تھا کہ چند ہی سالوں میں طائف کے لوگ ایمان سے مشرف ہوئے۔

اس سفر میں آپ ﷺ تمام تر مصائب و تکالیف کے باوجود تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے، جس بستی سے گزرتے، وہاں کے باشندوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عتبہ اور شیبہ کے باغ میں کام کرنے والے شخص عداس نے ایمان قبول کیا۔ علماء نے لکھا کہ عداس رضی اللہ عنہ کا ایمان قبول کرنا اس سفر کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

تبلیغ کا تسلسل:

طائف کی ناکامی کے بعد بھی آپ ﷺ نے ہمت نہ ہاری۔ آپ واپس مکہ لوٹے اور حج کے موقع پر باہر سے آنے والے قبائل کو دعوت دینے کا عمل جاری رکھا۔ آپ مختلف خیموں میں جا کر دین کی دعوت دیتے، لوگوں کو قرآن سناتے، اور توحید کا پیغام پہنچاتے۔

اسی دوران بعض افراد نے آپ کی باتوں پر غور کیا، اور مدینہ (یثرب) سے آنے والے چند افراد آپ پر ایمان لے آئے۔ یہی لوگ بعد میں بیعتِ عقبہ کے ذریعے اسلام کے پھیلاؤ کا سبب بنے۔

بیعتِ عقبہ اور یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت

جب مکہ کے سرداروں نے مسلسل دینِ حق کی مخالفت کی، تو نبی اکرم ﷺ نے حج کے ایام میں بیرونی قبائل کو دعوتِ اسلام دینا شروع کی۔ انہی ایام میں مدینہ (جسے اس وقت یثرب کہا جاتا تھا) سے آئے ہوئے کچھ لوگ آپ ﷺ سے ملے، آپ کا پیغام سنا اور دل سے متاثر ہوئے۔ یہی ملاقاتیں بعد میں "بیعتِ عقبہ" کی صورت میں ظاہر ہوئیں، جو اسلام کے لیے ایک تاریخی اور فیصلہ کن موڑ ثابت ہوئیں۔

پہلی بیعتِ عقبہ:

نبوت کے گیارہویں سال، حج کے موقع پر مدینہ منورہ (یثرب) کے چھ افراد نبی ﷺ سے ملے۔ ان کا تعلق اوس اور خزرج کے قبائل سے تھا۔ انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی باتوں کو سنا بلکہ ایمان لے آئے۔ اگلے سال یہ لوگ اپنے ساتھ مزید چھ افراد کو بھی لائے۔ اور حضور ﷺ سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبہ اولیٰ" ہے۔

انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ:

- اللہ پر ایمان لائیں گے،
- شرک نہ کریں گے،
- چوری، زنا، اور قتل سے بچیں گے،
- نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ درخواست بھی کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ "اوس" بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

دوسری بیعتِ عقبہ (ثانی):

اس کے ایک سال بعد سن ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتّر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد ﷺ اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یارسول اللہ! ﷺ ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سنکر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ "تمہارا خون میرا خون ہے" اور یقین کرو "میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔"

(زرقانی علی المواہب جلد ا صفحہ ۳۱۷ و سیرت ابن ہشام جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۴۱ تا ۴۴۲)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلہ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (۴) حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ
(۵) حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (۷) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ
(۹) حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
(۱۲) حضرت ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (زرقانی علی المواہب جلد ا صفحہ ۳۱۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (ﷺ) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد

بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملکِ شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔
(سیرتِ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۴۹ تا ۴۵۰)

یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ان ایمان دار افراد کی تربیت کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا۔ انہوں نے مدینہ میں لوگوں کو قرآن سکھایا اور تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ بہت جلد مدینہ کے اکثر قبائل اسلام قبول کر چکے تھے۔

بالآخر جب مکہ میں مسلمانوں کے لیے حالات ناقابلِ برداشت ہو گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ فرمایا۔ یہ ہجرت محض ایک جغرافیائی تبدیلی نہ تھی، بلکہ ایک نیا عہد، ایک نئی بنیاد، اور ایک مکمل اسلامی معاشرے کی شروعات تھی۔

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابو بکر صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ابو سفیان، ابو جہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابو البختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام و نسب پوچھا تو بولا کہ میں "شیخ نجد" ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کر دوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کر لیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہو گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابو البختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ

پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقینا ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابو الاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنالیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابو جہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابو جہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (ﷺ) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنوہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقینا وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابو جہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید کی سورۃ الانفال میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ﴾ (سورۃ الانفال:۳۰)

"اور جب کافر آپ کے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو دیس بدر کر دیں، وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

جب کفار حضور ﷺ کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح ہو چکا تھا)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرمادی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو "ذات النطاقین" (دو پٹکے والی) کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک کافر کو جس کا نام "عبد اللہ بن اُرَیقَط" تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر ملازم رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر "غار ثور" کے پاس آجائے۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد حضور ﷺ اپنے مکان پر تشریف لائے۔

(صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵۳ تا ۵۵۴ باب ہجرت النبی ﷺ)

السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ہجرۃ الرسول ﷺ، (صفحہ ۱۹۱۔ ۱۹۳)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج "مسجد قبا" بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو نبی کریم ﷺ رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آگئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرتِ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۳ و صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۵۶۰)

تبلیغ نبوی ﷺ کا مدنی دور

۱۳ نبوی (۱ ہجری)

مدنی دور میں تبلیغِ دین

ہجرتِ مدینہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا نیا اور مؤثر مرحلہ تھا۔ جہاں مکہ مکرمہ میں دعوت کا عمل ظلم و ستم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، وہیں مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کو ایک ایسا معاشرہ میسر آیا جو آپ ﷺ کی بات سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ یہاں اسلام کو ریاستی پناہ ملی، اور دعوت اب صرف انفرادی کوششوں تک محدود نہ رہی بلکہ ایک منظم نظام کے تحت پھیلنے لگی۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد:

مدینہ پہنچتے ہی نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے:

- **مسجدِ نبوی** تعمیر کروائی جو نہ صرف عبادت کا مرکز تھی بلکہ تعلیم، مشاورت، اور دعوت کا گہوارہ بھی۔
- **مہاجرین و انصار میں اخوت قائم** فرمائی، جس سے اسلامی معاشرے میں بھائی چارہ اور تعاون کی فضا پیدا ہوئی۔
- **میثاقِ مدینہ** ترتیب دیا، جو ایک کثیر المذہبی سماج میں بقائے باہمی اور عدل پر مبنی معاہدہ تھا۔ اس نے اسلام کی دعوت کو اعتماد اور اخلاقی بلندی عطا کی۔

مدینہ منورہ آمد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر تھی۔ مسجدِ نبوی کے ایک گوشے میں ایک سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا جس پر وہ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ آکر رہنے لگے تھے جو نہ تو کچھ کاروبار کرتے تھے اور نہ ان کے پاس رہنے کو گھر تھا۔ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں سے دین متین کی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے آنے والے صحابہ کرام بھی یہاں قیام کرتے تھے۔ گویا صفہ ان غریب اور نادار صحابہ کرام کی جائے پناہ تھی جنہوں نے اپنی زندگی تعلیمِ دین، تبلیغِ اسلام، جہاد اور دوسری اسلامی خدمات کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

مدنی عہد نبوت میں مذہبی تعلیم و تربیت کے دو طریقے تھے۔ ایک غیر مستقل، جس میں مختلف قبائل کے آدمی مدینہ آکر چند دن قیام کرتے اور ضروری مسائل سیکھ کر واپس چلے جاتے اور اپنے اپنے قبائل کو جاکر تعلیم دیتے۔ ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد رسول اللہ ﷺ انہیں ان کے قبائل میں واپس بھیج دیتے، چنانچہ مالک رضی اللہ عنہ بن الحویرث کو بیس دن کی تعلیم کے بعد حکم دیا:

«اِرجعوا الی أھلیکم فعلّموھم ومروھم وصلوا کما رأیتمونی أصلی ،واذا حضرت الصلوٰۃفلیؤذّن لکم احد کم ثم لیؤمکم اکبر کم»۔

تم اپنے خاندان میں واپس جاؤ اور ان میں رہ کر ان کو امور شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح پڑھانا، اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی اذان دے، پھر تم میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا امامت کرائے"۔

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ح:۶۰۰۸، صفحہ:۱۰۵۱۔ ایضاً، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین.....ح:۶۳۱، صفحہ:۱۰۴۔

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ؟ ح:۱۵۳۵، صفحہ:۲۷۲۔ سننِ نسائی، کتاب الاذان، باب اجتزاء المرء باذان غیرہ فی الحضر، ح:۶۳۶، صفحہ:۸۸

اسی طرح وفد عبد القیس نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر اسلام کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے ان کو ادائے خمس، نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیمات دیں اور پھر فرمایا:

«احفظوہ واخبروہ من وراء کم»۔ ”ان باتوں کو یاد کرلو اور جاکر دوسروں کو بھی بتادو۔①“

دوسرا طریقہ مستقل تعلیم وتربیت کا تھا اور اس کے لیے صفہ کی درس گاہ مخصوص تھی۔ اس میں وہ لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو علائق دنیوی سے بے نیاز تھے اور انھوں نے اپنے آپ کو دینی تعلیم وتربیت اور عبادت وریاضت کے لیے وقف کرر کھا تھا۔ مسجد نبوی کی اس درس گاہ کے دو حلقے تھے، ایک درس وتعلیم کا حلقہ اور دوسرا ذکر وفکر اور عبادت وریاضت کا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو فرماتے ہیں:

خرج رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم من بعض حجرہ،فدخل المسجد، فاذا ھو بحلقتین احدھما یقرؤن القرآن ویدعون اللّٰہ، والاخریٰ یتعلّمون ویعلّمون، فقال النبی ﷺ کل علی خیر، ھؤلآء یقرءون القرآن ویدعون اللّٰہ، فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم، وھولاء یتعلّمون و یعلّمون، وانما بعثت معلما، فجلس معھم۔

”ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں دو حلقے دیکھے۔ ایک حلقہ کے لوگ تلاوت ودعا میں مصروف تھے اور دوسرے حلقے کے لوگ تعلیم وتعلم میں، آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی اور فرمایا: دونوں بھلائی پر ہیں۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ سے دعا مانگتے ہیں، اگر چاہے تو ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو روک لے، اور یہ لوگ سیکھتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔ (پھر آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے کہ) ”میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں“ حلقہء درس وتعلیم میں جاکر بیٹھ گئے②“

① (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تحریص النبی ﷺ وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان ....ح:۸۷، ص:۲۰۔ ایضاً، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، ح:۵۳، ص:۱۳)

② (سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء والحث الی طلب العلم، ح:۲۲۹، ص:۳۵۔ سنن الدارمی، المقدمہ، باب فی فضل العلم والعالم، ح:۳۵۵، ۱/۱۰۵)

مدینہ منورہ میں مبلغین کی درس گاہ کا قیام

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مدرسے کا قیام ہجرت نبوی ﷺ کے فوراً بعد عمل میں آیا۔ یہ اُصحاب صفہ (چبوترہ والے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جنھوں نے براہِ راست تعلیم نبی کریم ﷺ سے حاصل کی اور پھر اُمت کی تعلیم اور تبلیغ کے لئے پوری دنیا میں پھیل گئے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے اس اسلام کے پہلے مدرسے کی بنیاد مسجد نبوی ﷺ میں رکھی۔

اصحابِ صفہ کے لیے اساتذہ کا تقرر

اصحابِ صفہ کے معلمِ اول تو خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اقبل ابو طلحۃ یوما فاذا النبی ﷺ قائم یقرئ اصحاب الصفۃ علی بطنہ فصیل من حجر یقیم بہ صلبہ من الجوع۔

”ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اصحابِ صفہ کو کھڑے قرآن پڑھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا تھا تا کہ کمر سیدھی ہو جائے“۔ ①

رسول اللہ ﷺ جب تعلیم و نصیحت سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حلقہ میں بیٹھ کر تعلیم کے سلسلہ کو اسی طرح جاری رکھتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ دوبارہ تشریف لاتے تو لوگ خاموش ہو جاتے۔ آپ ﷺ تشریف فرما ہونے کے بعد فرماتے کہ اسی عمل میں مشغول رہیں اور اس کو جاری رکھیں۔ کبھی کبھار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تعلیمی حلقہ سنبھال لیتے تھے۔ ②

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کئی مستقل معلمین بھی اصحابِ صفہ کی تعلیم و تربیت پر متعین تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

علّمت ناسا من أھل الصفۃ القرآن والکتاب فاھدیٰ الیّ رجل منھم قوساً۔ ③

”میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور لکھنے کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ہدیہ میں ایک کمان دی“۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص جو خوشخط تھے اور زمانۂ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے، اصحابِ صفہ کو لکھنا سکھاتے تھے۔ ④

اوقاتِ تعلیم

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں سے کوئی آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا۔ ⑤

① ابو نعیم الاصفہانی، ”حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء“، ذکر اہل الصفۃ، ۱/۴۱۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء

② کتانی، عبد الحیء، علامہ، ”نظام الحکومۃ النبویۃ“، (مترجم، مولانا معظم الحق) صفحہ: ۳۲۷

③ سنن ابی داوٗد، کتاب البیوع، باب کسب المعلم، ح: ۳۴۱۶، ص: ۴۹۵۔ المسند، حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت ح: ۲۲۱۸۱، ۶/۴۲۹

④ اسد الغابہ، تذکرہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص، ۳/۱۷۵۔ الاستیعاب، تذکرہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن العاص، ۳/۳۹۰

⑤ جمع الفوائد، کتاب العلم، ۱/۴۸

سماک بن حرب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھا کرتے تھے ؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، میں بہت زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک رہا کرتا تھا۔ جب تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلی پر رہتے تھے، اور طلوع آفتاب کے بعد اٹھ کر مجلس میں تشریف لاتے تھے، اور مجلس کے درمیان صحابہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات بیان کر کے ہنستے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے تھے۔

اصحابِ صفہ انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لیے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیریں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی، اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے۔ ①

اس مصروفیت کی وجہ سے ان میں سے بعض حضرات کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس بنا پر ان کی تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ستر کے قریب اصحاب صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔

فکانوا اذا جنّهم اللیل انطلقوا الی معلم لهم بالمدینه، فیدرّسون اللیل حتّٰی یصبحوا۔②

”جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ مدینہ میں ایک معلم کے پاس جاتے اور رات بھر پڑھتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔“

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ مسجدِ نبوی سے ہٹ کر کوئی اور جگہ تھی جہاں اصحابِ صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گویا اصحابِ صفہ کا سارا وقت درس و تدریس ہی میں بسر ہوتا تھا۔ ابن المسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

یقولون: ان ابا هریرةؓ قد اکثر، واللّٰه الموعد ویقولون مابال المهاجرین والانصار لا یتحدّثون مثل احادیثه ؟ وسأخبرکم عن ذالک: إن إخوانی من الانصار کان یشغلهم عمل ارضهم، واما إخوانی من المهاجرین کان یشغلهم الصفق بالاسواق، وکنت الزم رسول اللّٰه ﷺ علی ملء بطنی، فاشهد اذا غابوا، واحفظ اذا نسوا،③

”لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا محاسبہ کرنے والا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ انصار و مہاجرین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کثرت سے حدیثیں بیان نہیں کرتے ؟ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے اور انصاری بھائی اپنی زمین کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ میں محتاج آدمی تھا، میرا سارا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرتا تھا، پس جس وقت یہ موجود نہ ہوتے تھے میں موجود رہتا تھا اور جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے تھے میں محفوظ کر لیتا تھا“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی اصحابِ صفہ میں سے تھے، ان کا یہ بیان گویا اصحابِ صفہ کا ترجمان ہے۔ یہ سب لوگ درس گاہِ نبوت میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے تھے۔ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی تصدیق خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ہوتی ہے:

① المسند، حدیث جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ، ح:۲۰۲۳۳۳، ۶/۹۵-۹۶

② المسند، مسند انس رضی اللہ عنہ بن مالک، ح:۱۱۹۹۴، ۳/۵۹۸

③ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ح:۲۴۹۲، ص:۱۰۹۷۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، ح:۱۱۸، ص:۲۵

كنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امية بن زيد، وهی من عوالی المدينة، وكنا نتناوب النزول علی رسول اللّٰہ ﷺ، ينزل يوما وانزل يوما، فاذا نزلت جئته بخبر ذالک اليوم من الوحی وغيره، واذا نزل فعل مثل ذالک۔①

”میں اور عوالی مدینہ میں قبیلہ امیہ بن زید کا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں باری باری رسول اللہ ﷺ کے یہاں جاتے تھے، ایک دن وہ جاتے اور ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبر لاتا اور جس دن وہ جاتے وہ بھی اسی طرح کرتے“۔

طریقۂ تعلیم

ابتدا میں مجلس میں طلبہ کے بیٹھنے کا کوئی خاص انتظام اور طریقہ نہ تھا، جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ ایک حلقہ بنوایا اور سب لوگ ایک ساتھ بیٹھنے لگے۔ جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ کا بیان ہے:

دخل رسول اللّٰہ ﷺ المسجد وهم حلق فقال ﷺ: مالی اراكم عزين۔ ②

”رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جدا جدا حلقے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم لوگ جدا جدا ہو (یعنی ایک ساتھ بیٹھو)“

رسول اللہ ﷺ اپنے تمام حاضرین مجلس کو اس طرح تعلیم دیتے تھے کہ عالم، جاہل، شہری، بدوی، عربی، عجمی بوڑھے، بچے، جوان پوری طرح فیض اٹھاتے تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات سامعین کے دل میں اتر جاتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

انه كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا حتّٰی تفهم عنه، واذا أتی علی قوم فسلم عليهم ثلاثا۔ ③

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کو تین بار کہتے تھے تاکہ سمجھ لی جائے اور جب کسی جماعت کے پاس جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے تھے“

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جو مسجد نبوی کی اس درس گاہ کے معلم تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے قریب اہلِ مجلس کے سامنے جلدی جلدی حدیثیں بیان کرنے لگے۔ اس وقت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں مصروف تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا نماز سے فارغ ہوئیں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مجلس ختم کر کے جاچکے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مل جاتے تو میں ان کے جلدی جلدی حدیث بیان کرنے پر نکیر کرتی، اس کے بعد فرمایا:

ان رسول اللّٰہ ﷺ لم يكن يسرد الحديث سردكم۔④

”رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح حدیث جلد جلد اور مسلسل بیان نہیں فرماتے تھے“۔

---

① صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، ح:۸۹، ص:۲۱

② سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التحلق، ح:۴۸۲۳، ص:۶۸۲

③ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ، ح:۹۵، ص:۲۲

④ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی سرد الحدیث، ح:۳۶۵۵، ص:۵۲۴

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ لیحدّث الحدیث لو شاء العادّ ان یحصیہ أحصاہ۔①

''رسول اللہ ﷺ اس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کر لیتا''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ آپ بات ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں کہتے کہ سننے والوں کے دل میں بیٹھ جائے، یاد کرنے والے یاد کرلیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ نرم کلامی، شیریں بیانی اور اندازِ تعلیم کے اسی اسلوب کی بدولت بدوی لوگ بھی آپ ﷺ پر فدا ہو جاتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن حکم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا، مجھ سے خلافِ نماز کوئی حرکت سرزد ہو گئی، جس کی وجہ سے تمام نمازی مجھ سے بگڑ گئے اور گھور گھور کر میری طرف دیکھنے لگے، لیکن خود معلمِ انسانیت کا رویہ اور طریقہ تعلیم کیا تھا؟ صحابی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فبأبی ھو وامی، مارأیت معلّما قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیما منہ، فواللّٰہ ما کھر نی ولا ضربنی، ولا شتمنی، قال ﷺ: ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس، انما ھو التسبیح، والتکبیر وقرأۃ القرآن۔②

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر معلم نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم نہ مجھے جھڑکا، نہ مارا اور نہ ہی سخت سست کہا، بلکہ فرمایا نماز میں انسانی کلام اچھا نہیں ہے۔ اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا ہے''۔

اصحابِ صفہ میں درس و تدریس کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک شخص قرآن مجید پڑھتا جاتا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ضعفاء مہاجرین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ عریانیت کے خوف سے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے تھے اور ایک قاری ہم لوگوں کو قرآن پڑھا رہا تھا۔ اس حال میں رسول اللہ ﷺ آکر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر قاری خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سلام کر کے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک قاری قرآن پڑھ رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں۔ ہمارا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی جعل من امتی من امرت ان أصبر نفسی معھم۔

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم ہے''۔

یہ کہہ کر آپ ﷺ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ آپ ﷺ ہم لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح بیٹھو، اور حاضرین مجلس اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین! تم کو بشارت ہو قیامت کے دن نور تام کی، تم لوگ مالداروں سے آدھ دن پہلے جنت میں داخل ہو گے، اور یہ (دنیوی حساب سے) پانچ سو سال ہے۔③

---

① سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی سرد الحدیث، ح:۳۶۵۵، ص:۵۲۴

② صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ، ح:۱۱۹۹، ص:۲۱۸

③ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ح:۳۶۶۶، ص:۵۲۶

اصحابِ صفہ کی دعوتی سرگرمیاں

ویسے تو ہر مسلمان ہی داعی اور مبلغ ہے اور دعوت و تبلیغ ہی اس امت کا وہ خصوصی وصف ہے جس کی بدولت اس کو "خیر الامم" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ ① اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دعوتِ دین کے لیے ایک ایسی جماعت تیار کرے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:۱۰۴)

"تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے"۔

چنانچہ ہجرت مدینہ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک با قاعدہ درسگاہ قائم فرمائی، تاکہ مبلغین کی ایک تربیت یافتہ جماعت تیار کی جائے۔ اصحابِ صفہ کی صورت میں جب یہ جماعت تیار ہو گئی تو آپ ﷺ نے ان اصحاب کو، جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے "قراء" کہلاتے تھے، ② مختلف دعوتی و تبلیغی مہمات پر روانہ فرمایا۔

رجیع کا سانحہ:

صفر ۴ھ میں قبائل عضل و قارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں درخواست کی کہ آپ اپنے رفقا میں سے کچھ آدمیوں کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیجیے تاکہ وہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں، قرآن پڑھائیں اور شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ صفہ میں سے مندرجہ ذیل چھ (6) افراد منتخب کیے: مرثد رضی اللہ عنہ بن ابی مرثد غنوی، خالد رضی اللہ عنہ بن بکیر لیثی، عاصم رضی اللہ عنہ بن ثابت، خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی، زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن طارق، اور مبلّغین کی اس جماعت کا امیر مرثد رضی اللہ عنہ بن ابی مرثد کو مقرر فرمایا۔

جب یہ لوگ رجیع، جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے، پہنچے تو قبیلہ عضل اور قارہ کے لوگوں نے مسلمانوں سے غداری کی اور قبیلہ ہذیل کو مدد کے لیے پکارا، چنانچہ ان لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی اور زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ کو پناہ کا دھوکہ دے کر گرفتار کر لیا، جبکہ باقی صحابہ کو شہید کر دیا گیا۔ زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ اور خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی کو بھی ان لوگوں نے بعد میں مکہ لے جا کر فروخت کر دیا، چنانچہ زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ بن خلف کے عوض قتل کرنے کے لیے خرید لیا، جبکہ خبیب رضی اللہ عنہ کو حجیر بن ابو اہاب تمیمی نے خرید کر قتل کر دیا۔ ③

بئر معونہ کا سانحہ:

صفر ۴ھ میں نجد کے ایک قبیلے عامر بن صعصعہ کے ایک رئیس ابو البراء عامر بن مالک کو آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، وہ نہ اسلام لایا اور نہ اس نے تردید کی بلکہ کہنے لگا! اے محمد! اگر آپ ﷺ اپنے رفقا میں سے کچھ لوگوں کو اہلِ نجد کے ہاں بھیج دیں اور وہ وہاں آپ ﷺ کا

---

① سورۃ آل عمران، (۱۱۰)

② صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ح:۴۹۱۷، ص:۸۵۱۔ المسند، مسند انس رضی اللہ عنہ بن مالک، ح:۱۱۹۹۴، ۵۹۸/۳

③ ابن ہشام، ذکر یوم الرجیع، ۱۸۷/۳۔۳۰۳، تاریخ الامم والملوک، ۳۱/۳-۲۹ (واقعات ۴ھ)

پیغام پہنچا کر انہیں اسلام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ اہلِ نجد آپ کے پیغام پر ضرور لبیک کہیں گے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جواب دیا: مجھے اپنے آدمیوں کے متعلق اہلِ نجد سے خوف ہے۔ ابو براء نے کہا: میں اس کا ضامن ہوں، اس لیے آپ ان کو روانہ فرما دیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بن عمرو کی قیادت میں ستر صحابہ، جو سب کے سب درسگاہِ صفہ کے تربیت یافتہ تھے، اس کے ساتھ بھیج دیے ①

ابنِ ہشام اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق یہ جماعت چالیس صحابہ پر مشتمل تھی۔ یہ سب لوگ بئرِ معونہ پہنچ گئے، جو بنو سلیم کے قریب ایک جگہ تھی۔ وہاں سے اپنی جماعت کے ایک آدمی حرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بن ملحان کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خط دے کر قبیلے کے سردار عامر بن طفیل کی طرف بھیجا، لیکن اس نے خط پڑھنے سے قبل ہی قاصد کو قتل کر دیا اور بنو سلیم کے ہمراہ بئرِ معونہ روانہ ہوا اور باقی مسلمانوں کو بھی قتل کر دیا۔ ②

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے ایک ایسی جماعت کی تیاری کو ضروری خیال کیا جس کو دعوتی مشن اپنی جان سے بھی عزیز تھا۔ رجیع اور بئرِ معونہ کی دعوتی مہمات میں انتہائی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان واقعات کا انتہائی رنج ہوا۔ اس لیے بعد کے دور میں خالصتاً تبلیغی مہمات بھی حفاظتی نقطۂ نظر سے مسلح کر کے بھیجی گئیں۔

درس گاہِ صفہ کے تربیت یافتہ معلمین و مبلغین کی دعوتی سرگرمیاں اس کے بعد بھی جاری رہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان لوگوں کو مختلف جہادی مہمات میں افواج کے ہمراہ بطور مبلغ روانہ فرماتے، اس کے علاوہ قبائل عرب کی طرف سے آنے والے وفود کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی آپ اصحابِ صفہ سے مدد لیتے تھے۔

دعوت کا پھیلاؤ:

اصحابِ صفہ کی منظم اور مستقل تبلیغی جماعت کے ساتھ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس چیز کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ ہر قبیلہ اور جماعت میں سے کچھ ایسے لوگ موجود رہیں جو تعلیم و ارشاد اور دعوت و تبلیغ کے فریضہ کو انجام دیتے رہیں۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

"اور ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ مسلمان سب کے سب کوچ کریں، سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔"

چنانچہ بعض قبائل نے تو خود ہی اپنے نمائندہ افراد کو مدینہ بھیجا اور بعض قبائل مثلاً بنو حارث بن کعب اور ہمدان وغیرہ کو خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے وفود بھیجیں۔ چنانچہ اس کے بعد عرب کے تقریباً ہر قبیلہ نے اپنے وفود بارگاہِ رسالت میں بھیجے تاکہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور واپس آ کر خود ان کو اس کی تعلیم دیں۔ تفسیر خازن میں حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا قول مروی ہے:

كان ينطلق من كل حى من العرب عصابة فيأتون النبى صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فيسأ لونه عما يريدون من امر دينهم ويتفقّهون فى دينهم۔③

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ح:۴۹۱۷، ص:۸۵۱

② ابن ہشام، حدیث بئر معونۃ، ۳/۲۰۴-۲۱۰۔ اسد الغابہ، تذکرہ منذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بن عمرو، ۴/۴۱۸

③ تفسیر خازن، تفسیر سورۃ التوبہ، آیت ماکان المؤمنون لینفروا.........۲/۴۲۱

”عرب کے ہر قبیلے کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے مذہبی امور دریافت کرتا اور دین کا فہم حاصل کرتا“۔

آنے والے وفود اور قبائل عرب کے نمائندہ افراد کی ایسی تعلیم وتربیت کہ وہ واپس جاکر دعوت و تبلیغ کا کام کماحقہ کرسکیں، بڑی اہم ذمہ داری تھی جس کو رسول اللہ ﷺ نے انصار ومہاجرین اور اصحابِ صفہ کی مدد سے عمدہ طریقہ سے انجام دیا، چنانچہ آپ ﷺ وفود عرب میں آنے والے قبائلی عمائدین کی خود تعلیم وتربیت فرماتے اور بعض اوقات انصار ومہاجرین کو حکم ہوتا کہ معزز مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو قرآن وسنت سکھائیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كان رسول اللّٰہ ﷺ يشغل، فاذا قدم رجل مهاجر على رسول اللّٰہ ﷺ دفعه الى رجل منا يعلمه القرآن۔①

”کوئی شخص جب ہجرت کرکے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کو تعلیمِ قرآن کے لیے ہم میں سے کسی کے سپرد کردیتے“۔

چنانچہ حضرت وردان رضی اللہ عنہ طائف سے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ابان رضی اللہ عنہ بن سعید کے حوالے کیا کہ ان کے مصارف کا بار اٹھائیں اور ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔②

انصارِ مدینہ باہر سے آنے والے حضرات کی مہمان نوازی کے ساتھ اس لگن اور دلسوزی سے ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے کہ وہ لوگ تشکر کے جذبات کے ساتھ واپس جاتے تھے۔ چنانچہ وفد عبدالقیس آیا تو اس اعتراف کے ساتھ واپس گیا:

خير اخوان، ألانوا فراشنا، وأطابوا مطعمنا، وباتوا واصبحوا يعلّمونا كتاب ربنا وسنة نبينا۔③

”یہ ہمارے بہترین بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمیں نرم بستر مہیا کیے، اچھا کھانا کھلایا اور دن رات ہمیں اللہ کی کتاب اور پیغمبر ﷺ کی سنت کی تعلیم دیتے رہے۔“

آنے والی سطور میں ان چند قبائلی رؤسا اور مبلغین کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے قبائل میں دعوت کا فریضہ انجام دیا۔

عمیر رضی اللہ عنہ بن وہب کی قریشِ مکہ کو دعوت

عمیر رضی اللہ عنہ بن وہب قریش کے ممتاز سرداروں میں سے ایک تھے۔ یہ ابتدائے اسلام میں اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک تھے۔ ان کا بیٹا وہب بن عمیر غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو چھڑوانے کے بہانے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس سازش کا سوائے صفوان بن امیہ کے کسی کو علم نہ تھا، جو خود اس منصوبے میں شریک تھے۔ لیکن مدینہ پہنچ کر جب وہ اس ارادے سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بذریعہ وحی صفوان بن امیہ کے ساتھ تیار کردہ سازش سے

① المسند، حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت، ح:۲۲۲۶۰، ۶/ ۴۴۳

② الاصابہ، تذکرہ وردان رضی اللہ عنہ جد الفرات، ۳/ ۲۳۳

③ المسند، حدیث وفد عبد القیس، ح:۱۵۱۳۱، ۴/ ۴۵۲۔ ایضاً، ح:۱۷۳۷۶، ۵/ ۲۳۵

آگاہ کر دیا اب عمیر پر حقیقتِ حال واضح ہو چکی تھی۔ اس لیے انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

فائذن لی یارسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فألحق بقریش فادعوہم الی اللّٰہ والی الاسلام لعل اللّٰہ ان یھدیھم۔ ①

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جا کر اہلِ مکہ کو اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے گا"۔

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلسل اسلام کی صدا بلند کرتے رہے۔ چنانچہ صفوان رضی اللہ عنہ بن امیہ سمیت متعدد لوگوں نے آپ کی ترغیب سے ہی اسلام قبول کیا۔ ②

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ بن سفیان کی بنو کلاب کو دعوتِ اسلام

حضرت ضحاک کی کوششوں سے بنو کلاب کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا۔ ۹ھ میں اس قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: ضحاک بن سفیان نے ہمارے درمیان کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کیا اور ہمیں آپِ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کر لیا۔ ③

ابو امامہ رضی اللہ عنہ باہلی کی اپنی قوم باہلہ کو دعوتِ اسلام

ابو امامہ رضی اللہ عنہ باہلی نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی اپنی قوم کی طرف ہی مبلغ بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ قوم نے جب ان کو دیکھا تو خوش ہو کر کہا: صدی رضی اللہ عنہ بن عجلان (ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے) کو خوش آمدید ہو۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ تم بے دین ہو کر اس آدمی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گیا ہوں اور مجھے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تم پر اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔

چنانچہ اس کے بعد ابو امامہ رضی اللہ عنہ ان کو اسلام کی دعوت دینے لگے، لیکن قوم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان پر بڑی سختی کی۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بڑی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر ان کی دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں پوری قوم مسلمان ہو گئی۔ ④

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دعوتِ دین کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا جہاں دو چار لوگوں کو دیکھتے ان تک اسلام کا پیغام ضرور پہنچاتے۔ مسلم بن عامر کا بیان ہے :"جب ہم ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث سناتے اور کہتے ان کو سنو، سمجھو اور جو سنتے ہو اس کو دوسروں تک پہنچاؤ⑤ "

---

① الاصابہ، تذکرہ عمیر رضی اللہ عنہ بن وہب، ۴/ ۱۵۰

② اسد الغابہ، تذکرہ عمیر رضی اللہ عنہ بن وہب، ۴/ ۱۵۰

③ ابن سعد، وفدِ کلاب، ۱/ ۳۰۰

④ المستدرک، ذکر ابی امامۃ رضی اللہ عنہ الباہلی، ۳/ ۶۴۱۔ الاصابۃ، تذکرہ صدی رضی اللہ عنہ بن عجلان، ۲/ ۱۸۲

⑤ سنن الدارمی، المقدمہ، باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تعلیم السنن، ح:۱، ۵۵۰/ ۱۴۳

سلمان بن حبیب محاربی بیان کرتے ہیں: میں حمص کی مسجد میں گیا، دیکھا کہ مکحول رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زیاد زکریا دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس وقت دل چاہتا ہے کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ باہلی کے حضور چلتے، ان کی کچھ خدمت کرتے اور ان سے کچھ حدیثیں سنتے۔ سلمان کہتے ہیں: ہم لوگ اٹھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم لوگوں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اس کے بعد فرمایا: تمہارا میرے پاس آنا تمہارے لیے باعثِ رحمت بھی ہے اور تمہارے اوپر حجت بھی، (یعنی اگر تم حدیث کی خلاف ورزی کروگے) میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس امت کے حق میں جھوٹ اور تعصب سے زیادہ اور کسی چیز کا خوف کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آگاہ رہو جھوٹ اور تعصب سے بچو پھر فرمایا:

الا وانہ أمرنا ان نبلّغکم ذالک عنہ ألا وقد فعلنا فأبلغوا عنا ما قد بلّغناکم۔①

''آگاہ رہو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم یہ باتیں تم تک پہنچادیں۔ آگاہ رہو ہم نے پہنچادیں، لہذا اب تم ان باتوں کو جو ہم سے تم نے سنیں ہیں دوسروں تک پہنچا دینا۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن مرہ جہنی کی اپنی قوم کے لیے دعوت

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن مرہ جہنی نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کی خبر سنی تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور قرآن مجید کی تعلیم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ② پھر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ مجھے میری قوم میں بھیج دیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی میرے ذریعہ فضل فرمادے جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعہ سے مجھ پر فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو ان کی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت مرحمت فرمائی، انہوں نے قوم کو ان الفاظ میں اسلام کی طرف بلایا:

یا معشر جہینۃ ! انی رسول رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الیکم ادعوکم الی الاسلام وأمرکم بحق الدماء وصلۃ الارحام، وعبادۃ اللّٰہ وحدہ، ورفض الاصنام وبحج البیت، وصام شھر رمضان شھر من اثنی عشر شھرا، فمن اجاب فلہ الجنۃ ومن عصی فلہ النار۔ ③

''اے قبیلہ جہینہ! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا قاصد ہوں اور تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اور میں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم خون کی حفاظت کرو، صلہ رحمی کرو، ایک اللہ کی عبادت کرو، بتوں کو چھوڑ دو، بیت اللہ کا حج کرو اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے روزے رکھو۔ جو مان لے گا اس کے لیے جنت ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے''۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن مرہ کی مسلسل دعوت اور کوشش سے ان کی قوم نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اپنی قوم کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا استقبال فرمایا، ان کو درازئ عمر کی دعا دی اور ان کی قوم کے لیے ایک تحریر لکھ کر دی۔ ④

---

① اسد الغابہ، تذکرہ صدی رضی اللہ عنہ بن عجلان، ۳/۱۶-۱۷

② الاصابہ، ۵/۱۲

③ البدایۃ، ۵/۱۲۔ کنز العمال، ۷/۶۴

④ البدایۃ، ۵/۱۲۔ کنز العمال، ۷/۶۴

رفاعہ رضی اللہ عنہ بن زید جزامی کی اپنی قوم کے لیے بطور مبلغ تقرری

خیبر سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع پر رفاعہ رضی اللہ عنہ بن زید جزامی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک تحریر ان کی قوم کے لیے لکھ دی اور ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ اس خط میں تحریر تھا:

ھذا کتاب من محمد رسول اللّٰہ ﷺ لرفاعۃ بن زید، انی بعثتہ الی قومہ عامۃ، ومن دخل فیھم، یدعوھم الی اللّٰہ والی رسولہ، فمن اقبل منھم ففی حزب اللّٰہ وحزب رسولہ۔ ①

”یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے رفاعہ بن زید کے لیے تحریر ہے کہ میں نے انہیں ان کی عام قوم کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو ان کی قوم میں داخل ہوں، بھیجا ہے، رفاعہ ان سب کو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف دعوت دیں گے، جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا، اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں شمار ہو گا۔“

پھر جب رفاعہ بن زید اپنی قوم میں پہنچے تو قوم نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا۔ ②

عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی ثقیف کو دعوت / عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کا بطور امیر تقرر

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ماہ رمضان ۹ھ میں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی قوم میں جانے کی اجازت دی جائے تا کہ میں ان کو اسلام کی طرف بلاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ ثقیف تمہیں قتل کر ڈالیں۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کے نزدیک باکرہ عورتوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔

چنانچہ وہ اس امید پر کہ قوم ان کی مخالفت نہیں کرے گی بڑے جذبے کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت کے لیے روانہ ہوئے ۔ جب وہ اپنے مکان کے بالاخانے پر نمودار ہوئے، قوم کو اسلام کی طرف بلایا اور ان پر اپنا دین ظاہر کیا تو انہوں نے ہر طرف سے ان پر تیروں کا مینہ برسا دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے لیکن حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی کی یہ قربانی رائیگاں نہ گئی، جلد ہی قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ چھ افراد پر مشتمل ایک وفد بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا اور مدینہ میں ٹھہر کر اسلام کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھ دی اور عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر کیا۔

ابن ہشام نے ان کے تقرر کی یہ حکمت بیان کی ہے: ان لوگوں میں انہیں اسلام کو ٹھیک طور پر سمجھنے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا سب سے زیادہ شوق تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہتے ہوئے ان کے تقرر کی سفارش کی:

یارسول اللّٰہ ﷺ! انی قد رأیت ھذا الغلام منھم من احرصھم علی التفقہ فی الاسلام، وتعلم القرآن۔ ③

”یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لڑکے کو ان لوگوں میں تفقہ فی الدین، مسائل دینی اور قرآن سیکھنے کا سب سے زیادہ حریص پاتا ہوں“۔

① ابن ہشام، قدوم رفاعۃ رضی اللہ عنہ بن زید جزامی، ۴/ ۲۵۲۔ اسد الغابہ، تذکرہ رفاعۃ رضی اللہ عنہ بن زید، ۲/ ۱۸۱

② ایضاً

③ ابن ہشام، امر وفد ثقیف واسلامھا............ ۴/ ۹۴۔ تاریخ الامم والملوک، ۳/ ۱۴۱ (واقعات ۹ھ)

وفد بنو تمیم

بنو تمیم کا وفد بڑی شان و شوکت سے ۹ھ میں مدینہ آیا۔ وفد میں قبیلہ کے تقریباً تمام بڑے رؤسا مثلاً اقرع بن حابس، عمرو بن اہتم، نعیم بن یزید، قیس بن حارث، عطارد بن حاجب زبر قان بن بدر اور عیینہ بن حصن وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ اپنے خطیب اور شاعر ساتھ لے کر آئے تھے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

کان فی وفد تمیم سبعون او ثمانون رجلا ثم اسلمواالقوم وبقوا بالمدینۃ مدۃ یتعلمون القرآن والدین۔ ①

"قبیلہ بنو تمیم کے ستر یا اسی افراد وفد کی صورت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مدینہ میں ایک مدت تک دین اسلام اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے"۔ اسی وفد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مقدسہ نازل فرمائی تھی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَا دُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾۔ (الحجرات ۴۹)

"وہ لوگ جو آپ ﷺ کو حجروں کے عقب سے پکارتے ہیں ان میں سے بیشتر ناسمجھ ہیں"۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کہا! اے محمد ﷺ! ہم تمہارے پاس مفاخرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے ہمارے شاعر اور خطیب کو اجازت دو" چنانچہ بنو تمیم کی طرف سے عطارد بن حاجب نے تقریر کی اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس نے اس کا جواب دیا۔ اسی طرح زبر قان بن بدر نے فخریہ اشعار پڑھے تو ابنِ اسحاق کے بقول رسول اللہ ﷺ نے حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کو بلوا بھیجا تو انہوں نے ان کا جواب دیا۔ دو طرفہ مفاخرہ کے بعد اقرع بن حابس یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے :

"باپ کی قسم! یہ آدمی (نبی کریم ﷺ) وہ ہیں جن کو توفیق الٰہی حاصل ہے، ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے، ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے اور ان کے الفاظ ہمارے الفاظ سے شیریں ہیں۔"

پھر بنو تمیم کے وفد کے تمام افراد اسلام لے آئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین انعامات سے نوازا۔ ②

ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ کی بنو سعد بن بکر کو دعوتِ اسلام

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ بنو سعد بن بکر نے ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ کو بارگاہِ رسالت میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ کر آئیں۔ ضمام بڑے جری انسان تھے، چنانچہ یہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے اور پوچھا: **ایکم ابن عبدالمطلب**؟ (تم میں عبد المطلب کا بیٹا کون ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا! "**انا ابنِ عبدالمطلب**"۔ (میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)۔ پھر ضمامؓ بن ثعلبہ نے اسلام کے متعلق کئی سوال کیے، جن کو ابنِ ہشام اور دوسرے مؤرخین نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا!

فانی اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ﷺ وسأودّی ھذہ الفرائض واجتنب ما نہیتنی عنہ، ثم لا ازید ولا انقص۔ ③

① الاستیعاب، تذکرہ عمرو رضی اللہ عنہ بن اہتم، ۳/ ۱۱۶۴

② ابن ہشام، قدوم وفد بنی تمیم، ۴/ ۲۲۱

③ ابن ہشام، قدوم، ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبۃ وافداً عن بنی سعد بن بکر، ۴/ ۲۲۹۔ المسند، مسند عبد اللہ بن عباسؓ، ح: ۲۲۵۴، ۱/ ۴۱۴۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب القرأۃ والعرض علی المحدث، ح: ۶۳، ص: ۱۵۔ الموطا کتاب قصر الصلوۃ فی السفر، ح: ۱۹۷، ص: ۱۳۰

”میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور میں یہ فرائض ادا کرتا رہوں گا اور جن چیزوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ان سے پرہیز کروں گا، پھر میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا“۔

پھر اپنے اونٹ پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو پوری قوم ان کے پاس جمع ہو گئی چنانچہ انہوں نے قوم سے جو پہلی بات کہی وہ یہ تھی:

بئست اللات والعزی! قالوا: مہ یاضمام! اتق البرص، اتق الجذام، اتق الجنون! قال: ویلکم! انھما واللّٰہ لا یضران ولاینفعان، ان اللّٰہ قد بعث رسولا وانزل علیہ کتابا استنقذکم بہ مما کنتم فیہ، وانی اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ، وقد جئتکم من عندہ بما امرکم بہ، ومانھاکم عنہ۔ ①

”لات وعزی کتنے برے ہیں، اس پر قوم نے کہا: ضمام! ٹھہرو، ٹھہرو! برص میں مبتلا ہونے سے ڈرو، جذام میں مبتلا ہونے سے ڈرو اور جنون سے ڈرو۔ ضمام نے جواب دیا! تمہارا برا ہو، خدا کی قسم! یہ دونوں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ بے شک اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس گمراہی سے نکالا ہے جس میں تم پڑے ہوئے تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہارے پاس ان کی طرف سے وہ لایا ہوں جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے اور وہ لایا ہوں جس سے انہوں نے تمہیں منع کیا ہے“۔

راوی (ابنِ عباس رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ شام ہونے سے قبل ہی اس قبیلے کے ہر مرد و عورت نے اسلام قبول کر لیا۔

اکثم رضی اللہ عنہ بن صیفی کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کو ظہورِ اسلام کی خبر ہوئی تو دو آدمیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا کہ تحقیقِ حال کریں وہ دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآءِ ذِي الْقُرْبىٰ وَيَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾۔ (النحل:۹۰)

”بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور فحاشی، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ خدا تم کو نصیحت کرتا ہے شاید تم سمجھو اور سوچو“۔

ان لوگوں نے جا کر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے تمام قوم کی طرف خطاب کر کے کہا:

یا قوم! أراہ یأمر بمکارم الاخلاق وینھیٰ عن ملائمھا فکونوا فی ھذا الأمر رؤسا ولاتکونوا ادنابا وکونوا فیہ اولا ولا تکونوا فیہ آخر۔

”اے میری قوم یہ پیغمبر مکارمِ اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ اور ذمائم اخلاق سے روکتا ہے تم لوگ قبول اسلام میں دم نہ بنو، سر بنو، مقدم بنو، مؤخر نہ ہو“۔

---

① ابن ہشام، قدوم ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ وافدا ًبنی سعد بن بکر، ۴/۲۲۹۔ المسند مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ح:۲۳۶۷، ۱/۴۳۷۔ اسد الغابہ، تذکرہ ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ، ۳/۴۳۔ المستدرک، رجوع ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ علی قومہ، ۳/۵۴

اس کے بعد تادمِ مرگ اس کوشش میں مصروف رہے، انتقال ہوا تو اہلِ عیال کو تقویٰ اور صلہ رحمی کی وصیت کی۔ ①

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ بن حارث کی اپنی قوم کو بذریعہ خط دعوتِ اسلام

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ بن حارث صدائی فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوا۔ مجھے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میری قوم کی طرف بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر واپس بلالیں، میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میری قوم مسلمان بھی ہو جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی کرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ اور اس لشکر کو واپس بلالاؤ۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری سواری تھکی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیج کر لشکر واپس بلوالیا۔ میں نے اپنی قوم کو خط لکھا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا ایک وفد یہ خبر لے کر حضور کی خدمت میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

یا اخاصداء! ''انک لمطاع فی قومک'' فقلت: ''بل اللّٰہ ھذا ھم للاسلام فقالﷺ: افلا اؤمّرک علیھم؟'' قلت! بلی یارسول اللّٰہﷺ! قال: فکتب لی کتابا امّرنی۔ ②

''اے صدائی بھائی! واقعی تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے۔ میں نے کہا (اس میں میرا کمال نہیں) بلکہ اللہ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کا امیر نہ بنادوں؟ میں نے کہا بنادیں یارسول اللہ! چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امارت کے بارے مجھے ایک خط لکھ کر دیا۔''

فروہ رضی اللہ عنہ بن مسیک کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

فروہ رضی اللہ عنہ بن مسیک ۱۰ھ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ فروہ کا قبیلہ مراد سے تعلق تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت ہو تو اپنی قوم کے اہلِ اسلام کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے کافروں سے قتال کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ جب یہ چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر ان کو بلوالیا اور فرمایا:

ادع القوم فمن اسلم منھم فاقبل منہ ومن لم یسلم فلا تعجل حتی احدثا لیک۔ ③

''تم اپنی قوم کو اسلام کی ترغیب دینا، جو شخص اسلام لے آئے اس کا اسلام قبول کر لینا اور جو انکار کرے اس کے بارے میں توقف کرنا یہاں تک کہ میں تم کو کوئی حکم بھیجوں''

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ خشنی کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ جرثوم بن ناشب خشنی کا تعلق قبیلہ قضاعہ کی شاخ خشین سے تھا۔ یہ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اپنے قبیلہ کی طرف ہی مبلغ بنا کر بھیجا چنانچہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسلام لے آیا۔ ④

---

① اسد الغابہ تذکرہ اکثم رضی اللہ عنہ بن صیفی، ۱/۱۱۲

② الاصابہ، تذکرہ زیاد رضی اللہ عنہ بن حارث، ۱/۵۵۷۔ البدایہ، ۵/۸۳

③ اسد الغابہ، تذکرہ فروہ رضی اللہ عنہ ابن مسیک، ۴/۱۸۱

④ اسد الغابہ، تذکرہ جرثوم رضی اللہ عنہ بن ناشب، ۱/۲۷۷

ابنِ عبد البر کا بیان ہے: **وارسلہ رسول اللّٰہ ﷺ الی قومہ فاسلموا۔** ①

”رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا پس ان کی قوم نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔“

عامر رضی اللہ عنہ بن شہر کی قبیلہ ہمدان کو دعوتِ اسلام

عامر رضی اللہ عنہ بن شہر ایک زمانہ تک بادشاہوں کی صحبت میں رہ چکے تھے اور اپنے قبیلے کے قابل ترین فرد تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر ان کے قبیلہ ہمدان کو ملی تو قبیلہ والوں نے ان سے کہا کہ تم اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس جاؤ اور جس چیز کو تم ہمارے لیے اچھا سمجھو گے اس کو ہم کریں گے اور جس کو برا سمجھو گے اس کو نہ کریں گے۔ چنانچہ عامر رضی اللہ عنہ بن شہر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی تو کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ②

حارث رضی اللہ عنہ بن ضرار کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ضرار نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو عقائد اسلام اور زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤں تاکہ ان کو اسلام اور اداءِ زکوٰۃ کی دعوت دوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ضرار واپس اپنی قوم میں آ گئے اور ان کو اسلام کی طرف بلایا تو قوم نے ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ زکوٰۃ اکٹھی کر کے خود مدینہ حاضر ہوئے۔ ③

عمرو رضی اللہ عنہ بن حسان کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن حسان نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تو تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کو نہیں چھوڑا جس سے میں نے اسلام پر بیعت نہ لے لی ہو اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لایا ہو سوائے قبیلہ کے خاندان بنی جون کی ایک ضعیفہ یعنی میری والدہ کے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ارفق بھا** (ان کے ساتھ نرمی کرو)۔ ④

---

① الاستیعاب، تذکرہ ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ الخشنی، ۴/۱۶۱۸

② اسد الغابہ، تذکرہ عامر رضی اللہ عنہ بن شہر ہمدانی، ۳/۸۳

③ ایضاً، تذکرہ حارث رضی اللہ عنہ بن ضرار، ۱/۳۳۴

④ ایضاً، تذکرہ سنبر الابراشی رضی اللہ عنہ، ۲/۳۶۰

قیس رضی اللہ عنہ بن نشبہ کی بنی سلیم کو دعوتِ اسلام

حضرت قیس بن نشبہ رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان کو اسلام کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا:

یابنی سلیم! سمعت ترجمة الروم وفارس واشعار العرب والکھان ومقاول حمیر وماکلام محمدٌ یشبہ شیئًا من کلامھم فاطیعونی فی محمد فانکم اخوالہ۔(۵۸)

"اے بنو سلیم! میں نے روم وفارس کے تراجم اور عرب، کہان اور حمیر کے بہادروں کے اشعار سنے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان سب سے الگ ہے، پس محمد کے معاملے میں میری اطاعت کرو، کیونکہ تم ان کے ماموں ہو"۔

ابنِ اثیر کی روایت کے مطابق حضرت قیس بن غزیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تھا۔②

مالک رضی اللہ عنہ بن احمر کی اہلِ فدک کو دعوتِ اسلام

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے مقام پر تشریف لائے تو مالک رضی اللہ عنہ بن احمر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور عرض کیا کہ انہیں تبلیغِ دین کے بارے میں ایک اجازت لکھ دیں جس کے ذریعہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلائیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر ان کو تحریر لکھ دی۔③

محیصہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ فدک کے پاس ارشاد وہدایت کے لیے روانہ فرمایا، محیصہ رضی اللہ عنہ بن مسعود جو ان کے بڑے بھائی تھے وہ ان ہی کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔④

مسعود رضی اللہ عنہ بن وائل کی بنی سلیم کو دعوتِ اسلام

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ بن وائل مشرف بہ اسلام ہوئے تو درخواست کی :

یارسول اللّٰہ ﷺ! انی احب ان تبعث الی قومی رجلا یدعوھم الی الاسلام۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کی طرف کسی آدمی کو روانہ کریں جو ان میں اسلام کی تبلیغ کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک فرمان لکھ کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خود اپنے قبیلے میں دعوت کا کام کریں۔⑤

---

① ایضاً، تذکرہ قیس رضی اللہ عنہ بن نشبہ، ۴/ ۲۲۸

② اسد الغابہ، تذکرہ قیس رضی اللہ عنہ بن غزیہ، ۴/ ۲۲۳

③ ایضاً، تذکرہ مالک رضی اللہ عنہ بن احمر، ۴/ ۳۷۱

④ ایضاً، تذکرہ محیصہ رضی اللہ عنہ بن مسعود، ۴/ ۳۳۴

⑤ ایضاً، مسعود رضی اللہ عنہ بن وائل، ۴/ ۳۶۰

عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عوسجہ کی قبیلہ حارثہ بن عمرو کو دعوتِ اسلام

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عوسجہ البجلی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط دے کر قبیلہ حارثہ بن عمرو بن قریط کے پاس تبلیغ وہدایت کے لیے بھیجا، چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن یہ لوگ اسلام سے محروم رہے۔①

قیس رضی اللہ عنہ بن یزید کی اپنی قوم کو دعوتِ اسلام

اسی طرح ابن اثیر قیس رضی اللہ عنہ بن یزید کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی: ''**فدعا قومه الى الاسلام فاسلموا**② ''

عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم کا بنو حارث بن کعب کی طرف بطور مبلغ تقرر

ربیع الاول ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران دعوت وتبلیغ کی خاطر روانہ فرمایا۔ بنو حارث نے اسلام قبول کر لیا، تو خالد بن ولید نے بذریعہ خط کامیابی کی اطلاع بار گاہِ رسالت میں بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی خط میں ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے ساتھ بنو حارث کا وفد لے کر واپس آجائیں، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بنو حارث کے وفد سمیت مدینہ حاضر ہوگئے۔ چشمہء نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہونے کے بعد جب یہ وفد واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حارث بن کعب پر قیس رضی اللہ عنہ بن حصن کو امیر مقرر فرمایا اور ان لوگوں کے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم کو ان کی طرف روانہ فرمایا۔ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ان سے صدقات وغیرہ وصول کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد تھی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

وقد كان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قد بعث اليهم بعد ان ولى وفدهم عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم، ليفقّهم فى الدين، ويعلّمهم السنة ومعالم الاسلام۔③

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم کو بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تاکہ وہاں جاکر ان میں دین کا فہم پیدا کریں اور انہیں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کے ایک حصہ کا عامل اور قاضی بنا کر بھیجا تو ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ لوگوں میں اسلامی شعور پیدا کریں اور ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔ ابنِ عبد البر لکھتے ہیں:

بعثه رسول اللّٰه ﷺ قاضيا الى الجند من اليمن يعلّم الناس القرآن وشرائع الاسلام۔③

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن مجید اور احکامِ دین کی تعلیم دیں''۔

---

① ایضاً، تذکرہ عبد اللہؓ بن عوسجہ، ۳/۲۳۹

② ایضاً، تذکرہ قیسؓ بن یزید، ۴/۲۲۹

③ ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۴/۲۵۰۔ تاریخ الامم والملوک، ۳/۱۵۷ (واقعات ۱۰ھ)

مختلف سربراہان حکومت کو خطوط

6ھ کے آخر میں جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔

آپ ﷺ نے ان خطوط کو لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ بادشاہ اسی صورت میں خط قبول کریں گے جب ان پر مہر لگی ہو۔ اس لئے نبی ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔ یہ نقش تین سطروں میں تھا محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں۔ اس انگوٹھی کا نقش



رسول اللہ ﷺ نے جن غیر مسلم بادشاہوں اور امراء قبائل کو خطوط ارسال فرمائے، ان میں سے نمایاں حسب ذیل ہیں:

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی، شاہ روم قیصر ہرقل، شاہ فارس کسریٰ خسرو پرویز، شاہ اسکندریہ و مصر مقوقس، شاہ بحرین منذر بن ساویٰ، شاہ یمامہ ہوذہ بن علی، شاہ دمشق حارث غسانی، شاہ عمان جیفر و عبد، اہل نجران، مسیلمہ کذاب، بنو جذامہ، بنو بکر بن وائل، ذی الکلاع وغیرہ

شاہ حبشہ کے نام

آپ ﷺ نے شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کے نام جو تبلیغی خط لکھا اس کا متن کچھ یوں تھا۔

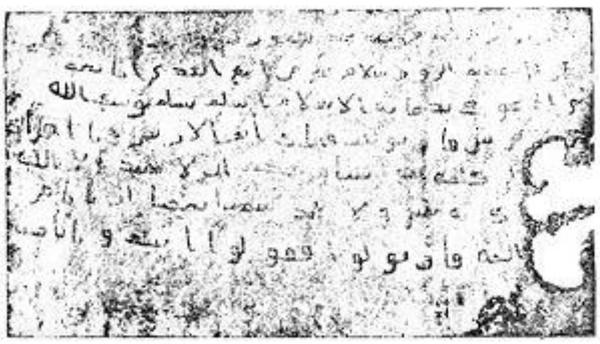
شاہ حبشہ کو لکھا گیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط

كتاب رسول الإسلام إلى النجاشي

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الإسلام إلى النجاشي ملك الحبشة: سلام عليك إني أحمد الله إليك ،الله الذي لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن، وأشهد أن عيسى بن مريم روح الله وكلمته ألقاها إلى مريم البتول الطيبة الحصينة، فحملت بعيسى فخلقه الله من روحه كما خلق آدم بيده، وإني أدعوك وجنودك إلى الله عز وجل، وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحي، والسلام على من اتبع الهدى

شاہ بازنطین کے نام



شاہ بازنطین کے نام لکھے گئے خط کا عکس

آپ ﷺ نے بازنطین کے مسیحی شاہ کے نبی کریم ﷺ نے جو خط لکھا اس کا متن کچھ اس طرح سے تھا۔

من محمد بن عبد الله إلى هرقل عظيم الروم: سلام على من اتبع الهدى، أما بعد فإني أدعوك بدعوة الإسلام . أسلم تسلم ويؤتك الله أجرك مرتين ، فإن توليت فإن عليك إثم الأريسيين. و يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ،ولا نشرك به شيئا،ولا يتخذ بعضنا بعضا آربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون

شاہ سکندریہ کے نام

آپ ﷺ نے سکندریہ کے بادشاہ کو بھی ایک خط لکھا جس میں انھیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

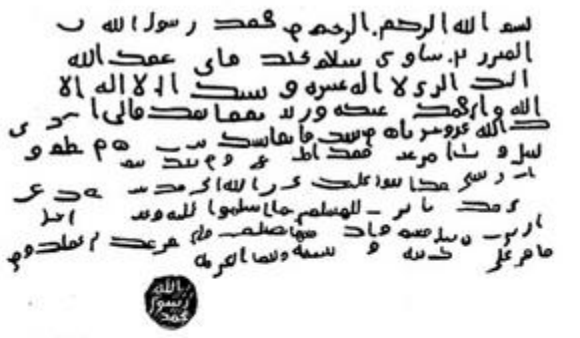
شاہ ایران کے نام

آپ ﷺ نے شاہ ایران، خسرو پرویز، کے نام جو خط لکھا تھا اسے شاہ ایران نے پھاڑ دیا تھا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج پرویز نے اپنی سلطنت کے ٹکڑے کر دیے ہیں۔

گورنر بحرین کے نام

المنذر بن ساوي کے نام لکھا گیا خط

المنذر بن ساوي کے نام لکھے گئے خط کا متن کچھ اس طرح تھا۔



رساله محمد للمنذر بن ساوي التميمي

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى المنذر بن ساوي، سلام عليك، فإني أحمد إليك الله الذي لا إله إلا هو، وأشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمداً عبده ورسوله. أما بعد: فإني أذكرك الله عز وجل، فإنه من ينصح فإنما ينصح لنفسه، ومن يطع رسلي ويتبع أمرهم فقد أطاعني، ومن ينصح لهم فقد نصح لي، وإنّ رسلي قد أثنوا عليك خيراً، وإني قد شفعتُكَ في قومكَ، فاتركْ للمسلمين ما أسلموا عليه، وعفوتُ عن أهل الذنوب فاقبل منهم، وإنك مهما تصلح، فلن نعزلكَ عن عملك، ومن أقام على يهودية أو مجوسية فعليه الجزية.

دعوت و انذار کے پہلو سے خطوط کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد صرف عرب کے مشرکین تک دعوت محدود نہیں رکھی، بلکہ یہودی، عیسائی اور مجوسی سرداروں و حکمرانوں کو بھی خطوط کے ذریعے دین اسلام کی دعوت دی۔ ان خطوط کا مقصد صرف تبلیغی نہ تھا، بلکہ ان میں وعظ و نصیحت، ایمان کی طرف بلانا، اور انذار (تنبیہ و خبردار کرنا) جیسے پہلو بھی شامل تھے۔

مشرکین عرب کو شرک و بت پرستی سے باز رہنے، توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔
عیسائی حکمرانوں جیسے قیصر روم، مقوقس اور اہل نجران کو عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔
مجوسیوں مثلاً خسرو پرویز کو دو خداؤں (اہرمن و یزداں) کے باطل عقیدے سے ہٹا کر ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انکار کی صورت میں دنیاوی سزا اور اُخروی عذاب سے خبردار کیا۔
مسلم قبائل و امرا کو بھی خطوط بھیجے گئے، جن میں دینی احکام، خصوصاً زکوٰۃ کے مسائل، اراضی کی ملکیت، حکمرانی کے اصول اور معاہدات کی پابندی سے متعلق ہدایات شامل تھیں۔ ان خطوط میں اصلاحی، انتظامی اور روحانی تعلیمات واضح انداز میں موجود تھیں۔
ان تمام خطوط میں نبی کریم ﷺ کا منصب بشیر (بشارت دینے والا) اور نذیر (ڈر سنانے والا) نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ نافرمانی پر اللہ کی ناراضی، جزیہ، جنگ اور آخرت کے عذاب سے خبردار کیا گیا، جبکہ اطاعت و ایمان کی صورت میں امن، خوش خبری اور جنت کی نوید دی گئی۔

مراسلات کی سیاسی اہمیت

ساتویں صدی عیسوی میں دنیا میں سیاسی طاقتوں کی تقسیم نمایاں تھی: رومی سلطنت میں عیسائیت کو، جبکہ فارس میں مجوسیت کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ عرب معاشرہ قبائلی نظام اور شرک و بت پرستی میں مبتلا تھا، جہاں ملتِ ابراہیمی کی تعلیمات پسِ پشت چلی گئی تھیں۔ انسانیت فکری، معاشرتی اور روحانی گمراہیوں میں الجھی ہوئی تھی اور ایک آفاقی انقلاب کی متقاضی تھی۔
ایسے میں نبی کریم ﷺ نے رحمت للعالمین ہونے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے عرب و عجم کے سرداروں کو دعوتی خطوط ارسال کیے۔ ان خطوط کے ذریعے آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت، جزیہ کی ادائیگی یا آمادۂ جنگ ہونے جیسے تین آپشن دیے، لیکن ساتھ ہی آزادیٔ انتخاب کا حق بھی برقرار رکھا۔ ان خطوط کا مقصد صرف مذہبی تبلیغ نہیں بلکہ سیاسی اثر و رسوخ قائم کرنا، بین الاقوامی تعلقات استوار کرنا اور امتِ مسلمہ کی سیاسی وحدت کی بنیاد رکھنا بھی تھا۔
خطوط کے نتیجے میں متعدد قبائل اور شخصیات مشرف بہ اسلام ہوئیں، جبکہ کسریٰ جیسے حکمران نے گستاخی کرتے ہوئے خط چاک کیا اور تباہی و ذلت کا شکار ہوا۔
یمن کو خصوصی سیاسی و دعوتی اہمیت حاصل رہی کیونکہ یہ خطہ زرخیزی، خوش حالی اور منظم حکومت کی بنا پر ممتاز تھا۔ متعدد قبائل، مثلاً عبد القیس، ازد، ہمدان، دوس اور نجران وغیرہ، وفود کی صورت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ سیاسی حکمت، دینی رہنمائی اور اصولِ حکمرانی سیکھ کر اپنے علاقوں کی قیادت کے لیے تیار ہو کر واپس گئے۔
ان مراسلات نے نبی اکرم ﷺ کی ہمہ گیر سیاسی بصیرت، بین الاقوامی حکمت عملی اور دعوتی نظام کی وسعت کو ظاہر کیا، جو اسلامی ریاست کے استحکام اور پھیلاؤ کی بنیاد بنے۔

مراسلات کے ادبی خصائص

نبی کریم ﷺ کے مراسلات فصاحت، بلاغت، سادگی، اختصار اور اثر انگیزی کا حسین امتزاج ہیں۔ ان خطوط میں مکتوب نگاری کی اعلیٰ روایات موجود ہیں، جو نہ صرف ان کے نبوی منصب کی گواہی دیتے ہیں بلکہ ان کا اسلوب آئندہ نسلوں کے لیے انشاء خطوط کا عملی نمونہ بھی ہے۔

آپ کے مراسلات **ایجاز و اختصار** کا شاہکار ہیں۔ ان میں **تکلف، تصنع، مصنوعی سجاوٹ یا مسجع عبارت** کا کوئی شائبہ نہیں، بلکہ سادگی، صداقت اور اخلاص نمایاں ہیں۔ ان خطوط میں **دعوتِ حق** کا بیان پختہ یقین اور عزمِ راسخ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلوب نرم خوئی، دل نشینی اور حسنِ اخلاق سے مزین ہوتا ہے، جس سے قاری یا سامع کو تسخیر کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

خطوط کا آغاز نبی کریم ﷺ کے **اسم گرامی** سے کیا جاتا ہے، جس کے ساتھ کبھی **"عبد اللہ "** کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے تاکہ الوہیتِ مسیح جیسے غلط عقائد کی لطیف انداز میں تردید ہو سکے۔ مکتوب الیہ کو اس کے مناسب **لقب یا خطاب** سے پکارا جاتا ہے، جیسے: "ہرقل عظیم الروم"، "کسریٰ ملک الفرس"، یا "نجاشی ملک الحبشہ"۔

سلام کا اسلوب بھی حسبِ حال مختلف ہوتا ہے:

- مسلم مخاطب کے لیے: " **السلام علیک** " یا **"سلام علی من آمن باللہ ورسولہ"**
- غیر مسلم مخاطب کے لیے: **" سلام علی من اتبع الہدی"**

خط میں **اللہ کی حمد و ثنا، رسالت کی گواہی،** اور **اصولِ دین کی دعوت** مختصر اور جامع انداز میں شامل کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی وعظ و نصیحت، قاصدوں کی اطاعت کی اہمیت، اور انکارِ اسلام کی صورت میں **جزیہ** یا دیگر اقدامات کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔

مراسلات کے آخر میں **مہر نبوی ﷺ** کی مہر ثبت کی جاتی ہے، جس میں "اللہ" اوپر، "رسول" درمیان میں اور "محمد" نیچے کندہ ہوتا ہے، جو تصدیق اور رسمی حیثیت کا مظہر ہے۔

اگرچہ عمومی طور پر مراسلات کا اسلوب یکساں ہے، بعض خطوط میں ابتداء کا انداز کچھ مختلف بھی ہے، جیسے:

- **"ھذا کتاب — "** مالک بن نمط اور رفاعہ بن زید کے مراسلے
- **"سلم انت — "** منذر بن ساویٰ کا مراسلہ

یہ ادبی خصائص نبی کریم ﷺ کی حکمت، بصیرت اور ان کے کلام کی روحانی تاثیر کو نمایاں کرتے ہیں، جو محض الفاظ نہیں بلکہ دعوت، اصلاح اور انقلاب کا ذریعہ بنے۔

دعوت میں حکمت اور صلح:

نبی کریم ﷺ نے مدنی دور میں بھی ہمیشہ **حکمت، صبر اور نرم روی** سے دعوت دی۔ صلح حدیبیہ جیسا معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے لیے کمزور دکھائی دیتا تھا، لیکن اسی صلح کے نتیجے میں ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

وفود کا سال

ہجرت کے نویں اور دسویں سال کو "عام الوفود" کہا جاتا ہے، کیونکہ عرب کے مختلف قبائل کے وفود مدینہ آکر اسلام قبول کرتے رہے۔ نبی ﷺ ان وفود کو خوش آمدید کہتے، ان کی تربیت کرتے، اور پھر ان کے علاقوں میں مبلغین بھیجتے۔

وفودِ عرب بارگاہِ رسالت ﷺ میں

رحمتِ عالم ﷺ نے جب اپنے وطن اور گھر بار کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو گلشنِ اسلام میں بہار تازہ آگئی۔ چند سال پہلے وادیٔ بطحا سے جو صدائے حق بلند ہوئی تھی وہ اب روز بروز بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ یمن، بحرین اور حضرت موت سے حدودِ شام و عراق تک پھیلے ہوئے لاکھوں مربع میل علاقے میں گھر گھر تک پہنچ گئی۔ معبودانِ باطل کے پجاریوں نے جب دیکھا کہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے تو ان پر ہیبتِ حق طاری ہوگئی اور وہ دنیائے عرب کے کونے کونے سے اپنے علاقوں اور قبیلوں کے نمائندہ وفد بنا کر جوق در جوق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ کچھ اسلام قبول کرنے کے لئے، کچھ دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد احکامِ دین سیکھنے اور حضور ﷺ کی زیارت و بیعت سے مشرف ہونے کے لئے اور صلح و امن کا معاہدہ کرنے کے لئے وفود (سفارتوں) کا یہ سلسلہ ۵ ہجری میں شروع ہوا اور وصالِ نبوی سے چار ماہ قبل تک جاری رہا۔ ۹ھ میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی عام الوفود پڑ گیا۔ ان تمام وفود کی تعداد کے بارے میں اہلِ سیر میں اختلاف ہے۔ انہوں نے پندرہ سے لے کر ایک سو چار وفور تک کا حال لکھا ہے۔ ان میں سے بائیس وفود کے حالات ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں قبائل عرب کی ذہنی کیفیت کیا تھی اور ہادیٔ اکرم ﷺ کا اندازِ تبلیغ و ہدایت کیا تھا۔ حضور ﷺ ہر وفد کے ساتھ، بلا لحاظ اس کے کہ وہ کس غرض سے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، ایسے حسنِ اخلاق اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں اس سے ضرور متاثر ہوتا تھا۔ جن لوگوں کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہو جاتی، وہ واپس جا کر اپنے قبیلے میں ایسی تندہی اور خلوص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے کہ کوئی تیرہ بخت ہی ایمان لانے سے محروم رہ جاتا۔ جو لوگ پہلے ہی مسلمان ہوئے وہ بارگاہ نبوی سے احکامِ دین سیکھ کر واپس جاتے تو ساری عمر اوامر و نواہی کی پابندی میں گزار دیتے۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے چند سال بعد قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ ڈالے اور ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کر دیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ.

1. وفد ازد:

فتح مکہ کے بعد ازد سے سات آدمیوں کا ایک وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کو ان کی وضع قطع اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟" انہوں نے عرض کیا: "ہم مومن ہیں۔" حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا: "ہر بات کی ایک

حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟"

اہل وفد نے عرض کیا: "ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں (مبلغین یا داعیانِ اسلام) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر ایمان رکھیں اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ وہ ہیں جن کے ہم زمانہ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں۔"

حضور ﷺ نے پوچھا: "وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تمہیں ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟"

اہل وفد نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانیں اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا یقین کریں۔"

حضور ﷺ نے پوچھا: "وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمہیں عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے؟"

اہل وفد نے جواب دیا: "یہ کہ ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز پابندی سے پڑھیں، زکوۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔"

فرمایا: "اچھا اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانۂ جاہلیت سے کاربند ہو۔"

اہل وفد نے عرض کیا: "خوشحالی کے وقت شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، راضی برضائے الٰہی رہنا، آزمائش کے وقت راستبازی پر قائم رہنا اور دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے۔ تمہاری حکمت و دانش گویا انبیاء کی حکمت و دانش ہے۔ اچھا تو اب پانچ باتیں میں تمہیں بتاتا ہوں تاکہ کل مجموعہ بیس باتیں ہو جائیں۔

1۔ ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔
2۔ ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ (یا وہ مکان نہ بناؤ جس میں تمہیں بسنا نہ ہو)
3۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔
4۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمہیں لوٹنا ہے۔ اور اس کے حضور جواب دہی کرنی ہے۔
5۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل وفد نے حضور کے ارشادات پر آمَنَّا وصَدَّقنا کہا اور وطن واپس جا کر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔

2. وفد اشعریین:

اشعریین یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا۔ اس کے مورث اعلیٰ کا نام اشعر تھا۔ اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا۔ لیکن ولادت کے وقت جسم پر بالوں کی کثرت کی وجہ سے اشعر مشہور ہو گیا۔ چنانچہ اس کی اولاد نے بھی اشعریین کے نام سے شہرت پائی۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی بعثت کا چرچا سنا تو یمن سے مکہ پہنچے اور سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے اور پھر وطن کو معاودت کی۔ وہاں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑے دلنشین انداز میں دعوت اسلام دی۔ چونکہ

قبیلہ میں بڑی بااثر حیثیت کے مالک تھے اس لئے لوگوں نے ان کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً پچاس آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری انہیں ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضری کے لئے سمندر کے راستے یمن سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں بادِ مخالف چل پڑی جس نے ان کی کشتی کو ساحل حجاز پر پہنچانے کے بجائے ساحل حبش پر پہنچا دیا۔ طوعاً و کرہاً حبش میں اتر پڑے وہاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب دوسرے مہاجرین حبشہ کے ساتھ موجود تھے۔ وہ ان کو ساتھ لے کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضور وہیں مقیم تھے۔ یہ جماعت خیبر میں ہی حضور کی خدمت میں باریاب ہوئی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اہل یمن آتے ہیں جن کے دل بڑے گداز ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ شرف باریابی حاصل کرنے سے پہلے اشعریین فرطِ ابتہاج سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

(ترجمہ) "کل ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے۔"

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے"

وفد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ تفقّہ فی الدین حاصل کریں اور کائنات کے آغاز کے بارے میں دریافت کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سب سے پہلے اللہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا تخت پانی پر تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان پیدا کئے اور ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں رکھ دیا۔"

لسانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے تکوین عالم کی تشریح سن کر اہل وفد اتنے خوش ہوئے کہ ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

3. وفد جہینہ:

اس قبیلہ میں سب سے پہلے ایک سعید الفطرت شخص عمرو بن مرۃ الجہنی نے اسلام قبول کیا۔ وہ اپنے قبیلے کے بت خانہ کے متوّلی تھے اور بڑی عزت و حشمت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہادی اکرم نے مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا تامل اس دعوت پر لبیک کہی۔ اپنے بت خانے کو آگ لگا دی اور اس میں نصب بت کو ہتھوڑے سے توڑ کر وہیں پھینک دیا۔ اس کے بعد سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے قبول اسلام کے بعد کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر حضور کے ایماء پر اشاعتِ اسلام کے لئے اپنے قبیلے میں واپس گئے اور ایسی تندہی کے ساتھ حق کی تبلیغ کی کہ بہت تھوڑی مدت میں سوائے ایک بد بخت شخص کے سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ فتح مکہ سے پہلے اس قبیلہ کا ایک دو رکنی وفد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ وفد کے ایک رکن کا نام عبد العزی ابن بدر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے جاہلی ناموں کو سخت ناپسند فرماتے تھے چنانچہ آپ نے عبد العزی سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم آج سے عبد اللہ بن بدر ہو۔" قبیلہ جہنیہ بنی غیّان کی شاخ تھا۔ غیّان کے معنی چونکہ سرکشی کے ہوتے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بھی بدل دیا اور فرمایا "آئندہ تمہارا قبیلہ "بنی رشدان" کہلائے گا۔" (یعنی ہدایت یافتہ لوگ) جس وادی میں ان لوگوں کا مسکن تھا اس کا نام غولی (یعنی گمراہی) تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آئندہ تم اس کو وادی رُشد کہا کرو۔" فتح مکہ کے وقت اس قبیلہ کے بہت سے افراد حضور کے ہمرکاب تھے اور قبیلے کا جھنڈا حضرت

عبداللہ بن بدر (مذکور) کے پاس تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور نے ان لوگوں کو مسجد بنانے کے لئے بطور خاص زمین مرحمت فرمائی۔

4 .وفد اشجع:

۵ ہجری میں قبیلہ اشجع کا ایک وفد معاہدہ صلح کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد باختلافِ روایت ایک سو یا سات سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ مدینہ آکر محلہ شعبِ سلع میں قیام پذیر ہوئے۔ حضور ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ نے اس بات کا انتظار نہ فرمایا کہ وہ خود بارگاہ نبوت میں حاضر ہوں بلکہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے، خیر و عافیت پوچھی اور بڑی دیر تک کمال اخلاق اور محبت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اپنے مہانوں کی کھجوروں سے تواضع کرو۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے انہیں بڑی نرمی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا "محمد ﷺ ہم اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں آئے۔ ہماری آمد کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ سے امن اور صلح کا معاہدہ کریں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی اور آپ کی قوم کی آئے دن کی لڑائیوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔"

رحمت عالم ﷺ نے خندہ پیشانی سے فرمایا "جو تم کہتے ہو وہ ہمیں منظور ہے۔" چنانچہ صلح اور امن کا ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس کو فریقین نے منظور کر لیا۔ اس دوران میں اہل وفد حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدہ صلح معرض تحریر میں آنے کے معاً بعد وہ سب پکار اُٹھے۔ "اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کا دین برحق ہے۔" چنانچہ سب کے سب دولت اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

5 .وفد اسلم وغفار:

اسی زمانے میں قبیلہ اسلم اور قبیلہ غفار کو بھی قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کے بہت سے افراد عمیرہ بن افطی کی سرکردگی میں خدمت نبوی میں باریاب ہوئے۔ انہوں نے عرض "کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے دل و جان کے ساتھ اللہ کی اور آپ کی اطاعت اختیار کی ہمیں کوئی ایسی چیز عطا فرمائیں کہ ہم دوسرے قبائل کے سامنے اپنا سر عزت کے ساتھ بلند کر سکیں۔"

حضور ﷺ نے ان کی درخواست کے جواب میں دستِ دعا اُٹھا کر فرمایا "الٰہی اسلم کو سلامت رکھ اور غفار کی مغفرت فرما" یہ دعا اہلِ وفد کے لئے اتنا بڑا اعزاز تھی کہ وہ فرطِ مسرت سے پھولے نہیں سماتے تھے۔

6 .وفد بنو اسد:

۹ ہجری کے اوائل میں بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دس آدمیوں پر مشتمل تھا اور ضرار بن الازور، وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد جیسے مشہور لوگ اس میں شامل تھے۔ یہ قبیلہ بڑا جنگجو تھا اور کفر و اسلام کے معرکوں میں قریش کا حلیف رہا تھا۔ حضور نے ان کی طرف کوئی مبلغ نہیں بھیجا تھا اور وہ حالات سے مجبور ہو کر خود ہی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تھے۔ وفد کے کچھ اراکین

نے فخریہ لہجے میں کہا کہ آپ نے کوئی مہم یا تبلیغی جماعت ہماری طرف نہیں بھیجی۔ بلکہ ہم نے خود ہی اسلام قبول کیا اور پھر دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ تعلی پسند نہ آئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾(سورہ حجرات:۱۷)

"(اے نبی) یہ لوگ تم پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت کی اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔"

رکن وفد حضرت ضرار بن الازور اپنے قبیلے کے اربابِ ثروت میں سے تھے ان کے پاس ایک ہزار اونٹوں کا گلہ تھا۔ دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے تو جہاں ہر قسم کے لہو و لہب سے توبہ کر کی وہاں سب مال مویشی بھی راہِ خدا میں دے دیئے اور خالی ہاتھ بار گاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں یہ شعر پڑھے:

تركت الخمور وضرب القداح واللهو تعلله وانتهالا

فيارب لا تغبنن صفقتي فقد بعت أهلي ومالي مرالا

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "تمہاری تجارت خسارے میں نہیں رہی۔"

اراکین وفد نے حضور ﷺ سے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا کیسا ہے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "ناجائز ہے۔"

پھر انہوں نے پوچھا: "خط کشی (رمل) کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا!" یہ بلاشبہ ایک علم ہے بشر طیکہ کوئی جانتا ہو۔"

ان لوگوں نے اپنے قبیلہ میں جا کر بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی۔ بد قسمتی سے اس وفد کا ایک رکن طلیحہ بن خویلد اسدی اواخر رسالت میں فتنہ ارتداد میں مبتلا ہو گیا۔ اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اسے کمر شکن شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ قبول اسلام اور توبہ کی توفیق دی اور اس نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جہاد میں گزارا۔

7. وفد بنی عذرہ:

صفر ۹ ہجری میں قبیلہ عذرہ کے انیس (اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ) آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" انہوں نے عرض کیا "ہم بنی عذرہ ہیں قصّی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں ہم نے قصّی کے انصار بن کر خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے نکالا تھا اس لئے ہم حضور کے قرابت دار بھی ہیں۔"

رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے جواب میں اہلاً وسہلاً ومرحبا فرمایا پھر انہیں بشارت دی کہ انشاء اللہ جلد ہی ان کا علاقہ ہر قل کے چنگل سے آزاد ہو جائے گا۔

اہل وفد نے حضور ﷺ سے چند سوالات پوچھے۔ تسلی بخش جواب ملنے پر سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ

(۱) کاہنوں سے سوال نہ پوچھا کرو اور

(۲) جو قربانیاں تم اب دیتے ہو وہ سب منسوخ ہیں صرف عید الضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ استطاعت ہو تو ضرور دیا کرو۔

یہ لوگ چند روز بطور مہمان حضور ﷺ کے پاس ٹھہرے اور پھر انعام وجائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔

8 .وفد سلاماں:

سلاماں کے سات (یا ایک دوسری روایت کے مطابق سترہ) آدمی شوال ۱۱ ہجری میں رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد خود بھی حضور کی بیعت کی اور پھر اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ افضل ترین عمل کون سا ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا! "پابندی وقت سے نماز ادا کرنا" پھر انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں خشک سالی ہے بارش کے لئے دعا کیجیے۔" حضور ﷺ نے اسی وقت زبان مبارک سے دعا کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

وفد کے ایک رکن حبیب رضی اللہ عنہ بن عمرو نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اپنے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائیں" حضور ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ یہ وفد اپنے وطن واپس گیا تو معلوم ہوا کہ جس دن حضور ﷺ نے دعا کی تھی اسی دن بارش ہو گئی تھی۔

9 .وفد بنو حارث بن کعب:

بنو حارث بن کعب نجران کا ایک نہایت معزز اور جنگجو قبیلہ تھا۔ سارے عرب میں شہرت تھی کہ اس نے کبھی دشمن سے شکست نہیں کھائی۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو تبلیغ اسلام کے لئے اس قبیلہ میں بھیجا تھا۔ ان کی مساعی سے یہ بہادر قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور ان کا ایک وفد ۹ ہجری یا ۱۰ ہجری حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔

حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ ہمیشہ مغلوب رہا اس کا کیا سبب ہے۔ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اس کے تین سبب تھے۔

1 . ہم اپنی طرف سے کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔

2 . ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے تھے اور نہ لڑائی میں پہل کرتے تھے۔

3 . جب کوئی ہم پر لڑائی تھوپ دیتا تھا تو میدانِ جنگ میں ہم بنیان مرصوص بن جاتے تھے اور کبھی منتشر نہیں ہوتے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "بے شک تم سچ کہتے ہو۔ جو فوج یا جماعت ان اصولوں پر لڑے گی وہ ہمیشہ غالب رہے گی۔

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضور ﷺ نے عام اراکین وفد کو دس دس اوقیہ اور ان کے سردار قیس رضی اللہ عنہ بن الحصین کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔

10 .وفد بنو صدف:

فتح مکہ کے بعد قبیلہ صد کے انیس آدمیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن بارگاہ نبوت میں پہنچ کر وہ بغیر سلام کئے بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا "کیا تم لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے اور کیا ہمارا کوئی داعی تمہارے پاس نہیں گیا۔"

انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ کا مبلغ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ ہادیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟

یہ سن کر انہیں سخت ندامت ہوئی اور سب نے کھڑے ہو کر **السّلامُ عَلیکَ ایھا النبی ورحمۃ اللہ** "کہا۔ حضور ﷺ نے جواب میں "وعلیکم السلام" فرمایا اور حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ نے انہیں اوقاتِ نماز اور فرائض اسلام کی تعلیم دی۔

11 .وفد بنی سعد ہذیم:

بنو سعد ہذیم قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ تھے۔ اس قبیلہ کے چند حضرات مسجد نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کسی جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں یہ لوگ اگرچہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی اور الگ ہو کر بیٹھے رہے۔ حضور نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ ہم سعد ہذیم کے آدمی ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا "کیا تم مسلمان ہو" انہوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور بیعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا "پھر تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ میں شریک کیوں نہ ہوئے۔" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم سمجھتے تھے کہ بیعت کئے بغیر ہمیں نماز میں شریک ہونے کا حق نہیں ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "ایمان لانے اور بیعت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔" یہ لوگ اپنے ایک ساتھی ساتھی کو سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے، اتنے میں وہ بھی آ گئے اہل وفد نے حضور کو بتایا کہ یہ ہم میں سے کم عمر ہیں اس لئے ہماری خدمت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا" **أَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ** "(چھوٹا اپنے بڑوں کا خادم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ اسے برکت دے۔ اس کے بعد یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضور ﷺ نے انہوں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا "آپ لوگ ٹھہریں۔ اتنی جلدی واپسی کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ وفد تین دن مدینہ منورہ میں ٹھہرا اور حضور ﷺ نے اس کی بے حد خاطر مدارات کی یہ لوگ وطن واپس آ گئے تو ان کی تبلیغ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ جس نوجوان کو حضور ﷺ نے دعائے برکت دی تھی وہ کلام اللہ کے عالم اور اپنی قوم کے امام بنے۔

12. وفد بلی:

قبیلہ کا ایک وفد ربیع الاول ۹ ہجری میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کے قائد ابو انصاب تھے حضور ﷺ نے ان کے سامنے محاسنِ اسلام بیان کئے اور انہوں نے کچھ باتیں آپ سے دریافت کیں۔ ہر ایک کا تسلی بخش جواب ملا تو سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضور کی بیعت کی۔ آپ ﷺ ان کے لئے کھجوروں کا ایک بوجھ خود اُٹھا کر لائے اور ان سے فرمایا" کھاؤ" وہ لوگ حضور کا خلقِ عظیم دیکھ کر ششدر رہ گئے حضور ﷺ نے ان کو تین دن مہمان رکھا اور پھر ہر ایک کو انعام دے کر رخصت کیا۔

13. وفد بنو تمیم:

فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد بنو تمیم کا وفد بڑی شان و شوکت اور جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا۔ یہ ستر یا اسی آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے رؤسا شعلہ بیان خطیب اور سحر البیان شاعر شامل تھے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں مفاخرت اور مقابلت کا جذبہ بہت شدید تھا اور وہ لوگ ہر وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ (اسلام نے مفاخرۃ کو مذموم قرار دیا اور فضیلت کی بنیاد تقویٰ کو ٹھہرایا) بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر و غرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ وہ آتے ہی مسجد نبوی میں گھس پڑے۔ حضور ﷺ اس وقت گھر کے اندر تھے ان لوگوں کی بیباکی اور اکھڑ پن کی یہ کیفیت تھی کہ انہوں نے نہ تو حضور ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کیا اور نہ اس بات کا لحاظ کیا کہ حضور ﷺ کس درجہ کی شخصیت ہیں۔ بلکہ آستانہ اقدس پر جا کر بے تحاشہ آوازیں دینی شروع کر دیں" محمد (ﷺ) باہر آؤ اور ہماری بات سنو۔" حضور ﷺ کو ان کا اکھڑ پن ناگوار تو گزرا لیکن آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ آپ چاہتے تو ان لوگوں کو سخت سزا دے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ کی شانِ عفو و کرم دیکھئے کہ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ وفد کے ایک رئیس اقرع بن حابس نے حضور ﷺ نے کہا محمد ﷺ میں وہ ہوں کہ خدا کی قسم میری مدح انسان کی عزت کو بڑھا دیتی ہے اور میری ہجو انسان کو داغ لگا دیتی ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو خدا کا کام ہے۔ انہوں نے کہا" ہم سب سے زیادہ معزز ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا" تم سے زیادہ معزز یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام تھے۔"

اگرچہ قبول اسلام کے لئے یہ شرط بڑی نامعقول تھی لیکن حضور ﷺ چاہتے تھے کہ یہ لوگ کسی ہی ڈھب سے دعوتِ حق کو سمجھ جائیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا" میں فخاری اور شعر بازی کے لئے مبعوث نہیں ہوا لیکن اگر تم اسی کے لئے آئے ہو تو یونہی سہی تم اپنا کمال دکھاؤ ہم جواب دیں گے۔"

بنو تمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے وہ ایک شعلہ بیان خطیب تھے اور ایک دفعہ نوشیر اں کے دربار میں اپنی خطابت کے جوہر دکھا کر کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ حضور ﷺ سے اجازت پا کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اپنی اس تقریر سے کیا۔

" تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل و کرم سے تاج و تخت کا مالک بنایا۔ اہل مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا۔ ہمارے خزانے سیم و زر سے بھرے ہوئے ہیں جنہیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں۔ لوگوں میں ہمارا مثل و نظیر نہیں۔ کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحب فضل نہیں ہیں؟ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو تو وہ ہمارے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے۔ اب مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا۔"

عطارد یہ تقریر کر کے بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کا جواب دینے کے لئے حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا۔ انہوں نے یہ خطبہ دیا۔

"تعریف اس اللہ عزوجل کی جس نے زمین اور آسمان پیدا کئے۔ ان پر اپنا حکم جاری کیا۔ اپنی کرسی اور اپنے علم کو وسعت دی۔ وہ قادر مطلق ہے جو کچھ ہوتا ہے۔ اسی کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ہمارے لئے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے۔ سب دنیا سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ شریف الاخلاق ہے۔ پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب نازل کی اور اپنی خلقت کا اسے امانت دار بنایا اور وہی وہ شخص ہے جسے خدا نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے حق کو قبول کیا۔ جو نسب میں افضل ہیں ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہِ انصار نے دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ لہٰذا ہم خدا کے انصار اور اس کے رسول کے وزیر ہیں اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لا الہ الا اللہ نہ کہیں ہم ان سے لڑتے رہیں گے اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کو ماننے سے انکار کرے گا ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور جہاد کرنا ہمارے لئے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مومنین اور مومنات کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

تقریریں ہو چکیں تو اشعار کی باری آئی۔ بنو تمیم کی طرف سے ان کے سحر البیان شاعر زبرقان بن بدر کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کی شان میں ایک پُرزور قصیدہ پڑھا جس میں خودستائی، تعلّی اور نخوت کے سوا کچھ نہ تھا تاہم اس کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت میں کوئی کلام نہ تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ زبرقان کے اشعار سن کر خود جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

ان من البیان لسحراً یعنی بعض بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے

زبرقان بیٹھے تو حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اقلیم سخن کے بادشاہ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں شاہان غسان کے درباروں میں اپنے حسنِ کلام اور طاقت لسانی کا لوہا منوا چکے تھے۔ قبول اسلام کے بعد ان کی شاعری کے جوہر اور بھی چمک گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے محض رضائے الٰہی کو اپنا مقصود بنا لیا تھا اور اپنی شاعری کو مدحت رسول کے لئے وقف کر دیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کا اشارہ پاتے ہی اٹھ کر زبرقان ہی کے بحر اور قافیہ میں فی البدیہہ ایسے فصیح اور بلیغ اشعار سنائے کہ بنی تمیم انگشت بدنداں ہو گئے۔ لیکن وہ آسانی سے کب ہار مانتے تھے۔ زبرقان (اور بروایتِ دیگر عطارد) پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور چند اشعار اپنی فضیلت میں پڑھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان ان اشعار کا بھی برجستہ جواب دیا۔ اب بنو تمیم کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اقرع بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابت رائے کا سارا عرب معترف تھا۔ یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حَکَم (جج یا ثالث) بنایا کرتے تھے بے ساختہ پکار اُٹھے "باپ کی قسم محمد ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے افضل ہے۔ ان کا کلام ہمارے کلام سے زیادہ فصیح اور ان کی زبان ہماری زبان سے زیادہ شیریں ہے۔" اہل وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ چند دن مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور قرآن اور عقائد دین کی تعلیم حاصل کی۔ عطارد رضی اللہ عنہ بن حاجب اسلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے نوشیرواں سے انعام میں پایا ہوا کمخوابی خلعت مدینہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ (اس لئے کہ یہ ریشمی تھا)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ عطارد اپنا خلعت جو اس نے نوشیرواں کے دربار سے حاصل کیا تھا، فروخت کر رہا ہے، آپ اُسے خرید لیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا یہ ریشم کا بنا ہوا ہے اسے وہ مرد استعمال کرے گا جس کا عاقبت میں حصہ نہ ہو۔" یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے ہر شخص کو انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔

14. وفد کندہ:

۱۰ ہجری میں کندہ (حضرت موت) سے اسی آدمیوں کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اس کے سردار معدی کرب المعروف بہ اشعث بن قیس تھے وہ اپنے علاقے کے حکمران تھے اور ان کے ساتھی بھی صاحبِ حیثیت لوگ تھے۔ یہ سب اصحاب اگرچہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ابھی انہوں نے وہ سادگی اختیار نہیں کی تھی جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ مدینہ میں اس شان سے وارد ہوئے کہ سب نے اپنے کندھوں پر حیرہ کی زریں چادریں ڈال رکھیں تھیں جن کے سنجاف حریر کے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر استعجاب کا اظہار فرمایا اور پوچھا "کیا تم اسلام قبول نہیں کر چکے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے فضل سے نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "پھر یہ حریر کیسا؟"

اہل وفد اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور سب نے فوراً چادریں پھاڑ پھاڑ زمین پر پھینک دیں۔ حضور ﷺ ان کا جذبہ اخلاص دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور ﷺ نے رئیسِ وفد اشعث کو بارہ اوقیہ اور دوسرے لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی بطور انعام مرحمت فرمائی۔

15. وفد خولان:

شعبان ۱۰ ہجری میں خولان کے دس مسلمان بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم خدا اور رسول کے اطاعت گزار ہیں اور طویل سفر کر کے محض حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"

(جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہو گا)

اس قبیلہ کے لوگ "عم انس" نامی ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا "تم نے عم انس کا کیا کیا؟" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی پرستش ترک کر دی ہے البتہ چند بوڑھے لوگ ابھی تک اس کی پوجا کئے جاتے ہیں۔" پھر انہوں نے جاہلیت کے زمانے کے چند واقعات سنائے کہ وہ کس طرح عم انس پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور خود بھوکے ننگے رہ کر ہر چیز سے اس کا حصہ نکالتے تھے۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں کو فرائض دین سکھائے اور بطور خاص یہ نصیحتیں فرمائیں۔

1. عہد کو پورا کرو۔

2. امانت میں خیانت نہ کرو۔
3. پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔
4. کسی شخص پر ظلم نہ کرو کیونکہ قیامت کا دن ظالم کے لئے اندھیری رات ثابت ہو گا۔

16. وفد محارب:

قبیلہ محارب کے دس آدمی ۱۰ ہجری میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے نہایت اخلاق سے ان کو ٹھہرایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی خاطر مدارات پر مامور فرمایا۔ ایک دن حضور نے ظہر سے عصر تک کا وقت ان کے لئے وقف کر دیا۔ دوران گفتگو میں حضور ﷺ نے ایک شخص کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا "میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔" وہ بولے "حضور نے بالکل درست فرمایا۔ آج سے سالہا سال پہلے حضور ﷺ بازار عکاظ میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے مجھے وہاں دیکھا تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی۔ میں نے آپ کو نہایت گستاخانہ جواب دیا تھا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے یاد آ گیا۔"

انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اس دن مجھ سے زیادہ بدبخت کوئی نہ تھا۔ میں نے سب سے بڑھ چڑھ کر حضور کی مخالفت کی تھی۔ میرے سب ساتھی تو اپنے آبائی مذہب پر مر گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور ایمان لانے کی توفیق بخشی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "سب کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ میری گزشتہ لغزشوں کے لئے معافی کی دعا فرمائیے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "اسلام لاتے ہی وہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو حالتِ کفر میں سرزد ہوئے ہوں۔"

17. وفد نجیب:

بنی نجیب کے تیرہ آدمیوں کا ایک وفد ۹ ہجری میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء میں بانٹ دو۔" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ حاجت مندوں کو دے کر جو کچھ بچ رہا ہے ہم وہی لائے ہیں۔" حضور ﷺ ان کے جذبۂ اخلاص پر بہت خوش ہوئے۔ ان لوگوں نے دین کے بارے میں حضور ﷺ سے چند سوالات پوچھے۔ آپ نے ان کے جوابات لکھوا دیئے۔ یہ لوگ کچھ دن حضور ﷺ کے مہمان رہے لیکن ان کو واپسی کی بڑی جلدی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا "تم یہاں سے جلد جانے کے لئے کیوں بے تاب ہو۔" انہوں نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ہمیں جو فیوض و برکات حاصل ہوئے ان کی خبر اپنے اہل قبیلہ کو جلد از جلد پہنچائیں۔" جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور نے ہر ایک کو فرداً فرداً انعام عطا فرمایا اور پھر پوچھا کہ تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا انہوں نے عرض کیا "ایک نوجوان کو ہم اسباب کی نگرانی پر مقرر کر آئے تھے وہ باقی ہے۔" حضور نے اس کو بھی بلا بھیجا تاکہ تحفہ دیں۔ اس نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ میرے لیے تو فقط دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو غنی بنا دے اور مجھے بخش دے۔" حضور ﷺ نے اس کے

لئے یہی دعا فرمائی۔ حجۃ الوداع میں اس قبیلے کے سولہ آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس نوجوان کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اس کے استغناء کا یہ حال ہے کہ سارے جہان کی دولت اس کے قدموں پر ڈھیر کر دی جائے تو وہ آنکھ اُٹھا کر نہیں ڈیکھتا۔" حضور ﷺ نے فرمایا "میں اللہ سے آرزو کرتا ہوں کہ ہم سب کا خاتمہ اسی حالت پر ہو۔"

18. وفد بنو سعد بن بکر:

9 ہجری میں بنو سعد بن بکر کی نمائندگی ایک "یک رکنی" وفد نے کی، یہ صاحب تھے حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ۔ وہ اپنے قبیلہ کے سربراہ اور نہایت دانا آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے دربار رسالت میں اہل قبیلہ نے اپنی وکالت کے لئے صرف انہیں ہی بھیجنا کافی سمجھا۔ وہ بدوی سادگی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی ناقہ کی مہار تھامے بلا تکلف مسجد نبوی میں جا گھسے۔ حضور اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ ضمام نے سانڈنی کو ایک کونے میں بٹھایا اور مجمع کے قریب پہنچ کر سلام و کلام کے بغیر یوں گویا ہوئے۔

"آپ لوگوں میں محمد (ﷺ) یا بروایت دیگر ابنِ عبد المطلب کون صاحب ہیں؟"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔"

ضمام رضی اللہ عنہ نے کہا "اے ابن عبد المطلب آپ کا داعی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے چند باتیں آپ کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کیں میں ان کی آپ سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں۔ آپ میرے بدوی لہجے کی شتی سے دل میں غبار تو نہ لایئے گا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو بلا تکلف پوچھو۔"

ضمام: آپ ﷺ کے داعی نے ہم سے کہا کہ آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'

رسول اکرم ﷺ: "اس نے سچ کہا۔"

ضمام: "آسمان کس نے بنایا؟"

رسول کریم ﷺ: "اللہ نے۔"

ضمام: "اور زمین؟"

رسول کریم ﷺ: "اللہ نے"

ضمام: اچھا تو ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور اس میں قسم قسم کی چیزیں کس نے بنائیں۔"

رسول کریم ﷺ: "اللہ نے"

یہ سن کر ضمام بولے "اسی کی قسم جس نے زمین و آسمان بنائے اور ان پہاڑوں کو قائم کیا۔ سچ بتایئے کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟"

رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"ہاں"
ضمام:"آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے داعی نے یہ بھی کہا تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اس نے سچ کہا"
ضمام:"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا سچ بتایئے کیا واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"ہاں"
ضمام:"آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے مالوں پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اس نے سچ کہا"
ضمام:"اس ذات کی قسم سچ بتایئے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"ہاں"
ضمام: آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے ذمہ ایک سال میں ماہِ رمضان کے روزے ہیں۔"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"ہاں اس نے سچ کہا۔"
ضمام:"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ٹھیک بتایئے واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا۔"
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"ہاں"
ضمام:"آپ کے قاصد کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم میں جس کے پاس سواری اور زادِ راہ ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی فرض ہے۔"
رسولِ اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اس نے سچ کہا۔"

یہ سوال و جواب ہو چکے تو ضمام نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا:"میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے۔ میں ان باتوں پر جو آپ نے مجھے بتائی ہیں ذرہ برابر کمی بیشی نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اسی وقت واپس چل پڑے۔ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا"اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہو گا۔"

"اصابہ" میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں نے ضمام سے بہتر اور موثر گفتگو کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔"
ضمام رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے میں واپس گئے وسب سے پہلے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے وہ یہ تھے۔"بئست اللّات والعزّی "یعنی"لات اور عزّیٰ دونوں ذلیل وخوار ہیں۔"ان کے قبیلے والے یہ سن کر پہلے تو بہت جھلائے لیکن جب ضمام نے دلنشین انداز میں اس ساری گفتگو کی روئداد سنائی جو اُن کے اور رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مابین ہوئی تھی تو سارا قبیلہ شام ہونے سے پہلے پہلے مشرف باسلام ہو گیا۔
(کیف عاملھم (الشیخ محمد صالح المنجد): صفحہ 635)

19. وفد عبد القیس:

قبیلہ عبد القیس بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہ سعید الفطرت لوگ تھے اور فتح مکہ سے بہت پہلے دعوت اسلام پر لبیک کہہ چکے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبد القیس ہی کی مسجد میں قائم ہوا جو انہوں نے بحرین کے مقام جواثیٰ میں تعمیر کی تھی۔ اس قبیلہ کے نمائندے احکامِ دین سیکھنے کے لئے دو مرتبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۵ ہجری میں یا اس سے کچھ پہلے یا بعد اور دوسری مرتبہ ۹ ہجری یا ۱۰ ہجری میں۔ پہلی مرتبہ ان کے وفد میں تیرہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ بیس (بقول علامہ ابن سعد) یا چالیس (بقول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور قسطلانی) ان کے پہلی مرتبہ ورود مدینہ کے بارے میں زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح مواہب" میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس کچھ لوگ آرہے ہیں جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے حضور ﷺ کا ارشاد سنا تو فرطِ اشتیاق سے ان لوگوں کو دیکھنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مجلس نبوی سے باہر نکلے تو انہیں تیرہ آدمیوں کا ایک قافلہ ملا۔ انہوں نے اہل قافلہ کو رحمتِ عالم ﷺ کے ارشاد سے آگاہ کیا اور پھر انہیں ساتھ لے کر دربارِ رسالت کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں نے دور سے حضور ﷺ کو دیکھا تو اپنا سامان وہیں چھوڑ چھاڑ دیوانہ وار حضور کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کے دستِ مبارک چومنے لگے تاہم اس وفد کے سردار عبد اللہ بن عوف الاشج (معروف بہ عبد الاشج یا اشج) پیچھے رہ گئے۔ وہ اگرچہ نوجوان تھے لیکن بڑے بردبار اور زیرک تھے۔ انہوں نے اپنے گرد آلود لباس میں ہادی اکرم کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے پہلے تو اپنے قافلے کے اونٹ باندھے۔ پھر اپنی گٹھڑی کھول کر سفر کے کپڑے اتارے اور دوسرا صاف ستھرا لباس پہنا۔ پھر نہایت اطمینان کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ اشج کی شکل وصورت یونہی سی تھی اور اس میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ آدمی کی قدر وقیمت اس کے قد وقامت اور شکل وصورت سے نہیں ہوتی۔ اس کی قیمت صرف اس کے دو چھوٹے سے اعضاء سے ہوتی ہے زبان اور دل۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر خود رسول اکرم ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ "انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ اس کی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک اس کی زبان دوسرے اس کے دل کی۔" پھر آپ ﷺ نے اشج سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے دانائی اور بردباری (یا بروایت دیگر حلم اور وقار)۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ دونوں خصلتیں پیدائشی اور خلقی ہیں۔" حضورر ﷺ نے ان لوگوں کو رملہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کے مکان پر ٹھہرایا اور دس تک تک مہمان رکھا اس دوران میں عبد اللہ الاشج حضور ﷺ سے قرآن و دینی مسائل سیکھتے رہے۔

صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں وفد عبد القیس کی آمد کا حال اور طریقے سے مذکور ہے۔ اس میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اس قبیلہ کے لوگ دو مرتبہ بارگاہ رسالت میں باریاب ہوئے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی ﷺ میں لکھا ہے کہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قبیلہ کے دو وفدوں کا ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کے دو وفد قرار دیئے ہیں۔ صحیح مسلم اور دوسری کتبِ صحاح کی روایتوں کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبد القیس کا وفد مدینہ آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا "یہ وفد کس قبیلہ کا ہے۔" جواب ملا "قبیلہ ربیعہ کا" (عبد القیس کا دوسرا نام ربیعہ بھی تھا) حضور ﷺ نے فرمایا "مرحبا۔ (تم لوگ خوشی سے مسلمان ہو کر آئے ہو اس لئے) تم لوگ نہ دنیا میں رسوا ہو گے نہ آخرت میں شرمندہ۔" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ آپ کے اور ہمارے علاقے کے درمیان کفارِ مضر کا جنگجو قبیلہ بستا ہے اس لئے ہم صرف ان ہی مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں جن میں کفار کے نزدیک (بھی) لڑائی حرام ہے۔ دوسرے مہینوں میں سفر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں اختصار کے ساتھ دین کے چند ایسے احکام بتا دیں جن پر عمل کر کے ہم جنت کے مستحق قرار پائیں اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں واپس جا کر ان کو بھی آپ کے ارشادات سے آگاہ کر دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ امر کی چار باتیں یہ ہیں۔ (۱) خدائے واحد پر ایمان لانا یعنی زبان سے کلمہ شہادت اور دل سے اس پر یقین رکھنا۔ (۲) نماز پڑھنا اور زکوۃ ادا کرنا۔ (۳) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (۴) مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا۔

اور جن چیزوں سے تمہیں بچنا ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) دُبّا (تو بنی) (۲) حنتم (روغنی) (۳) نقیر (کاٹھ کا بنا ہوا) (۴) مزفت (رال سے لپا ہوا) قسم کے برتنوں کے استعمال کو ترک کرنا ہو گا (ان برتنوں میں عرب شراب ڈال کر پیا کرتے تھے۔ چونکہ بنو عبد القیس شراب پینے کے سخت عادی تھے اور شراب کا ذخیرہ انہیں برتنوں میں رکھتے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ان کے استعمال سے منع فرمایا)۔

انہوں نے سوال کیا "حضور ﷺ آپ کو علم ہے کہ نقیر کسے کہتے ہیں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں جانتا ہوں۔ کھجور کی موٹی لکڑی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اس میں کھجوریں رکھتے ہو اور ان پر کھجور کے درخت کا رس ڈال دیتے ہو۔ پھر اس میں پانی ملاتے ہو۔ رس اور پانی مل کر جوش کھاتا ہے۔ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد تم اسے پیتے ہو اور پھر نشہ میں چور ہو کر اپنے ہی بھائی پر تلوار چلاتے ہو۔" حضور ﷺ کا ارشاد سن کر اہل وفد ہنس پڑے۔ حضور ﷺ نے ہنسی کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ایسا حادثہ رونما ہو چکا ہے۔ ہم میں یہ صاحب موجود ہیں جن کو ان کے بھائی نے نشہ میں چور ہو کر زخمی کر دیا تھا۔" پھر انہوں نے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کون سے ظروف کا استعمال جائز ہے۔" فرمایا "چمڑے کے ڈول، مشکیزے اور کپّے وغیرہ۔"

انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں چوہے بہت ہیں وہ ایسی چیزوں کو کُتر دیتے ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا "کترا کریں ہاں اگر تم نگرانی رکھو گے تو وہ بھاگ جائیں گے۔"

اس وفد میں ایک عیسائی صاحب ابو منذر بشیر المعروف بہ جارود بن عَمرو بھی تھے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "یارسول اللہ میں تو پہلے ہی آسمانی مذہب کا پابند ہوں کیا میرے تبدیل مذہب سے آپ ﷺ میرے ضامن ہوں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا

"ہاں میں تمہارا ضامن ہوں اللہ نے تم کو تمہارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے۔ یہ سن کر جارود اور ان کے ساتھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ میرے پاس سواری نہیں ہے۔ راستے میں ہمیں دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی کیا ہم ان پر قبضہ کر لیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا نہیں انہیں آگ سمجھو آگ۔" رخصت کے وقت وفد کے سب اراکین انعام سے سرفراز ہوئے۔

20. وفد بنو ثقیف:

رمضان المبارک ۹ ہجری میں انیس آدمیوں پر مشتمل بنی ثقیف کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وفد کی آستانۂ اسلام پر حاضر ہونے کی تاریخ اسلام میں خاص اہمیت ہے۔ ثقیف طائف کا بڑا نامور اور جنگجو قبیلہ تھا۔ ۱۰ نبوی میں قبیلہ کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب نے نہ صرف دعوت حق کو رد کر دیا تھا بلکہ حضور ﷺ سے ایسا نازیبا سلوک بھی کیا تھا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔ تاہم رحمت عالم ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ "خدایا بنی ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس بھیج۔" صلح حدیبیہ کے موقع پر اسی قبیلہ کے ایک رئیس عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے سفیر ہو کر حضور ﷺ کے پاس آئے تھے۔ جب واپس گئے تو قریش کو بتایا:

"میں دنیا کے بہت سے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں لیکن محمد ﷺ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کو جو عقیدت ہے وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ محمد وضو کرتے ہیں تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ محمد تھوکتے ہیں تو لوگ فرط عقیدت سے اسے ہاتھوں اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمد ﷺ بولتے ہیں تو لوگ ساکت و صامت ہو جاتے ہیں۔ محمد ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کے لئے دیوانہ وار لپکتا ہے۔"

عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سے متاثر تو اسی وقت ہو گئے تھے لیکن قبول اسلام کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اسلام لا کر واپس گئے اور اپنے قبیلے کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ جواب تیروں کی بوچھاڑ کی صورت میں ملا اور وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد بنو ثقیف نے غزوہ حنین میں ہوازن کا ساتھ دیا۔ ہوازن کی شکست کے بعد حضور نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے اپنے قلعے کی برجیوں سے مسلمانوں پر آگ اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ لیکن جب حضور ﷺ نے ان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا "خدا کے لئے ہمیں ہماری روزی سے محروم نہ کریں۔"

حضور ﷺ نے ان خوف ناک دشمنوں کی استدعا قبول فرمالی اور محاصرہ اٹھا کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اہل طائف کو اب اپنی قدرِ عافیت معلوم ہو گئی تھی قریب قریب سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اسی بے بسی کے احساس نے انہیں وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ عبد یالیل

کی قیادت میں جب یہ وفد مدینہ کے قریب مقام ذی حرص میں پہنچا تو ان کی ملاقات حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ سے ہوئی جو وہاں اونٹ چرا رہے تھے۔ انہیں وفد کے آنے کی غرض وغایت معلوم ہوئی تو اس قدر خوش ہوئے کہ حضور ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے مدینہ کی طرف دوڑ پڑے۔ راستے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں نے پوچھا "خیر تو ہے اس طرح بے تحاشا کیوں بھاگ رہے ہو۔" حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ یہ خوش خبری مجھ کو پہنچانے دو۔ چنانچہ انہوں نے جب حضور ﷺ کو بنو ثقیف کے آنے کی اطلاع دی تو آپ ﷺ بھی بے حد مسرور ہوئے اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو مسجد نبوی میں خیمے نصب کر کے ٹھہرایا جائے۔ تاکہ قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی رہے اور مسلمانوں کی نماز میں محویت دیکھ کر ان پر اثر پڑے۔ یہ لوگ فی الواقع حضور ﷺ کی اس تدبیر سے اسلام سے بڑے متاثر ہوئے۔ سرور عالم ﷺ خود بھی عشاء کی نماز کے بعد ان کے پاس تشریف لے جاتے اور بڑی بڑی دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ ایک دن انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ ہم سے تو اپنی رسالت کا اقرار کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن خود آپ خطبے میں اپنا نام نہیں لیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں سب سے پہلے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے مجھے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کی طرف سے میں خلقت کی ہدایت اور اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔" آہستہ آہستہ یہ لوگ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ اور رئیس وفد عبد یا لیل کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ اس طرح تھی۔

عبد یا لیل: ہمارے ہاں مرد عام طور پر مجرد رہتے ہیں اس لئے وہ زناکاری پر مجبور ہیں۔ کیا اس کی اجازت ہو گی؟

حضور ﷺ: زنا تو قطعاً حرام ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۴)

(زنا کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ کیوں کہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا چلن ہے) (۱۷: ۳۴۔ سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۳)

عبد یا لیل: اور سود کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ یہ تو ہمارا اپنا ہی مال ہے۔

حضور ﷺ: تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو لیکن سود تو بالکل حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ بقرہ۔ ۲۷۸)

(اے لوگو!) اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اس کو چھوڑ دو) (سورہ بقرہ۔ رکوع ۳۶۔ ۲:۲۷۸)

عبد یا لیل: اور شراب کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ پست ہا پشت سے شراب کے عادی ہیں کہ یہ ہمارے ملک کے انگوروں کا عرق ہے اس کی اجازت تو مرحمت فرمائیں۔

حضور ﷺ: اللہ تعالیٰ نے شرک اور جوئے وغیرہ کے ساتھ شراب بھی حرام کر دی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورہ مائدہ:۹۲)

(اے ایمان والو۔ شراب، جوا، انصاب وازلام ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے بچتے رہو تا کہ فلاح پاؤ)

عبد یالیل: یا رسول اللہ ہمیں نماز سے تو معاف فرما دیں۔

حضور ﷺ: جس دین میں خدا کی عبادت نہ کی جائے وہ دین فطرت نہیں۔

یہ درخواستیں نامنظور ہو گئیں تو اہل وفد نے زکوٰۃ اور جہاد سے استثناء کی درخواست کی۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بعد میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب یہ لوگ صدقِ دل سے سلام قبول کر لیں گے تو جہاد بھی کریں گے اور زکوٰۃ بھی دیں گے)

اس کے بعد اہل وفد نے حضور ﷺ نے پوچھا کہ ہمارے بت لات کے بارے میں آپ کا کیا ارادہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "اسے توڑ دیا جائے گا۔"

یہ لوگ اپنے بت سے اتنے خوف زدہ تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے "اس بت کو توڑنا تو بربادی کو دعوت دینا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے ان سے ضبط نہ ہو سکا اور ان لوگوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم ایک بے جان پتھر سے اتنا ڈرتے ہو۔ اہل وفد نے برہم ہو کر کہا "عمر تم نہ بولو ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا "لات کو گرانے کا کام ہم سے تو نہیں ہو سکے گا۔ آپ خود اپنے آدمی بھیج کر یہ کام کرا لیں۔"

حضور ﷺ نے متبسم ہو کر فرمایا "اچھا تو یہ بت شکنی ہمارے ذمہ ہی رہی تم لوگ یہ کام نہ کرنا۔" اس کے بعد سب اہل وفد مسلمان ہو گئے اور واپس جا کر سارے قبیلے کو بھی دائرہ اسلام میں لے آئے۔ وفد واپس چلا تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو طائف بھیج کر لات اور اس کے معبد کو منہدم کروا دیا۔

21. وفد نجران:

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ جو سارے عرب میں عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز تھی (بعض مورخین کے بیان کے مطابق یہ ریاست حدودِ یمن کے اندر واقع تھی) اس ریاست کا یمن کی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ

یہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی) نجران کا علاقہ نہایت سر سبز اور شاداب تھا اور اس کے باشندے جو عیسائی عرب تھے، صنعت و حرفت اور تجارت کی بدولت بڑے خوشحال تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جو کعبہ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ ریاست کا نظم و نسق تین شعبوں میں منقسم تھا۔ ہر شعبے کا اعلیٰ عہدیدار الگ تھا۔ دینی معاملات کا افسر اعلیٰ "اسقف" کہلاتا تھا۔ خارجی اور جنگی امور کا نگراں "سید" اور داخلی امور کا نگران "عاقب" کہلاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ایک نامۂ مبارک بھیجا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی ان لوگوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا۔ البتہ ساٹھ آدمیوں کا ایک وفد ۹ ہجری میں تحقیق احوال کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں اسقف، سید اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معززین اور شرفاء شامل تھے۔ ان لوگوں کے لئے مسجد نبوی کے صحن میں خیمے لگا دیئے گئے اور انہوں نے وہیں قیام کیا۔ یہ لوگ غالباً اتوار کے دن مدینہ منورہ پہنچے تھے جو ان کا یومِ عبادت تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے طریقے پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنی چاہی تو صحابہ نے اعتراض کیا۔ حضور نے فرمایا "پڑھنے دو" اجازت ملنے پر انہوں نے مشرق کی طرف منہ کرکے اپنی نماز پڑھی۔ ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ قیام کیا اس دوران میں حضور ﷺ ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے اور ان کے طرح طرح کے سوالوں کا جواب وحی کی رو سے دیتے رہے لیکن ان لوگوں کی زبان پر ایک ہی رٹ تھی۔ "میں نہ مانوں" مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۂ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں وفد نجران کے قیام کے دوران ہی نازل ہوئیں۔ ایک دن حضور نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ صلیب کے پجاری ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو حالانکہ ان کی حالت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام جیسی تھی اور وہ بھی ان کی طرح مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو گئے۔ اہل وفد نے حضور ﷺ کی کوئی بات نہ مانی اور برابر کٹ حجتیاں کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾(آل عمران ٦٤)

(اور جو کوئی تم سے علم آئے۔ پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لیتے ہیں۔ تم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلالو۔ پھر ان کے ساتھ ہم اور تم خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت پڑے۔)

چنانچہ اتمامِ حجت کے طور پر حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ (بعض روایات میں اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہ' کو بھی حضور ﷺ نے اپنے ساتھ لیا تھا۔ عیسائیوں کو مباہلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی کیوں کہ ان میں سے بعض دور اندیش لوگوں نے رائے دی کہ اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ہم لوگ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم نہ مباہلہ کرتے ہیں اور نہ اسلام قبول کرتے ہیں البتہ ہمیں جزیہ دینا منظور ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی کو بھیج دیں جس کو ہم خراج کی رقم جو آپ مقرر کریں گے، ادا کر دیا کریں گے۔ حضور ﷺ

نے ان کی بات مان لی اور فریقین کے مابین اسی کے مطابق معاہدہ صلح طے پا گیا۔ جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضور نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو خراج کی وصولی کے لئے اس کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا یہ ہماری امت کے امین ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ نجران سے یکے بعد دیگرے دو وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پہلا وفد تین آدمیوں پر مشتمل تھا اور اسی وفد کے ساتھ بحث کے دوران میں آیت مباہلہ نازل ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے مباہلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے واپس چلے گئے۔ اس وفد کے بعد دوسرا وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا مدینہ منورہ آیا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانِ امن لے کر واپس گیا۔

22. وفد بنو کلب:

بنو کلب سے دو دو آدمیوں کے دو وفد یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے وفد کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں سچا نبی ہوں اور پاکیزگی کے ساتھ آیا ہوں۔ خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جس نے مجھے جھٹلایا، مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اور بھلائی اور پوری بھلائی اس شخص کی ہے جس نے میری مدد کی مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور میرے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔" عاصم رضی اللہ عنہ اور عبد عمرو رضی اللہ عنہ (جن پر یہ وفد مشتمل تھا) دونوں نے عرض کیا "بے شک ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں۔"

بعد میں اس قبیلے کے دو اور آدمی ابن سعد انہ اور بیعہ بن ابراہیم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی "نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو اور زکوٰۃ اپنے حق کے موافق ادا کیا کرو۔"

فتح مکہ

مدنی دور میں دعوتِ دین مسلسل کامیابیوں کی طرف گامزن رہی۔ قریش کی جانب سے بارہا معاہدے توڑنے، دشمنی بڑھانے، اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے صبر، حکمت اور تدبر کا مظاہرہ کیا۔ جب قریش نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی، تو نبی اکرم ﷺ نے بالآخر مکہ کی طرف پیش قدمی فرمائی، اور تاریخ کا سب سے عظیم واقعہ، یعنی فتح مکہ پیش آیا۔

پرامن فتح:

ہجرت کے آٹھویں سال، نبی کریم ﷺ دس ہزار جانثار صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس عظیم لشکر کی آمد کے باوجود، مکہ بغیر کسی بڑی لڑائی کے فتح ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا واضح مظہر تھا۔

عمومی معافی کا اعلان:

فتح کے بعد نبی کریم ﷺ نے قابض فاتح کے بجائے رحم دل نبی کی حیثیت سے مکہ کے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: **"تمہیں کیا گمان ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"**

انہوں نے کہا: **"آپ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔"**

آپ ﷺ نے فرمایا: **"جاؤ، تم سب آزاد ہو۔"**

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اذهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاء﴾

یہ وہ لمحہ تھا جب قریش کو اندازہ ہوا کہ جس نبی کی انہوں نے برسوں تک مخالفت کی، وہ بدلے لینے نہیں، دل جیتنے آیا ہے۔ یہی رویہ سینکڑوں دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بنا۔

بتوں کا خاتمہ اور توحید کا غلبہ:

فتح کے بعد نبی ﷺ نے بیت اللہ میں موجود 360 بتوں کو توڑا اور سورۃ الاسراء کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

(حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔)

یوں خانہ کعبہ ایک بار پھر توحید کا مرکز بن گیا، اور اہلِ مکہ کی اکثریت نے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

فتح مکہ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی حکمت عملی

فتح مکہ اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس میں نہ صرف سیاسی اور عسکری کامیابی حاصل ہوئی بلکہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے داعیانہ کردار اور اخلاقی برتری کا بھی شاہکار ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ ﷺ کے پاس اختیار تھا، مگر آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا بلکہ عفوو

درگزر، حکمت اور دعوت کے اعلیٰ ترین اصولوں کو اپنایا۔

یہاں ہم فتح مکہ کے بعد تبلیغِ دین کے حوالے سے چند اہم نکات پیش کرتے ہیں:

1. **عفوِ عام: تبلیغ کے دروازے کی کلید**

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہ فیصلہ کیا جس نے لوگوں کے دل جیت لیے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

«اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»

"جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

یہ اعلان دشمنوں کے لیے ایک غیر متوقع احسان تھا، جس نے ان کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے محبت پیدا کر دی۔ اسی لمحے ہزاروں دل اسلام کے نور سے منور ہو گئے۔ عفو اور رحمت نے دلوں کو بدل ڈالا۔

2. **خانہ کعبہ کی تطہیر اور شرک کا خاتمہ**

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر تمام بتوں کو نکال باہر کیا اور توحید کی بنیاد کو مضبوطی سے قائم کیا۔ اس عمل نے واضح پیغام دیا کہ اسلام صرف اللہ کی عبادت کا دین ہے اور شرک کا کوئی گزر نہیں۔

3. **دعوت کے نئے دروازے کھلے**

مکہ فتح ہونے کے بعد عرب قبائل نے جوق در جوق اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ سورۃ النصر میں اسی کا ذکر ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾

"جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے، اور تم دیکھو کہ لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے ہیں۔"

یہ دعوتی کامیابی کا نقطۂ عروج تھا، جو آپ ﷺ کے صبر، اخلاق، اور اخلاص کا نتیجہ تھا۔

4. **قریش کا اسلام قبول کرنا**

فتح مکہ کے بعد قریش کے سردار، جنہوں نے برسوں تک اسلام کی مخالفت کی تھی، اب آپ ﷺ کے اخلاق، عفو اور وقار سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل، صفوان رضی اللہ عنہ بن امیہ جیسے سابقہ دشمن اب اسلام کے سپاہی بن گئے۔

5. **تبلیغ کا دائرہ قبائل تک بڑھایا گیا**

اب چونکہ قریش کی مخالفت ختم ہو چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے عرب کے دیگر قبائل کی طرف دعوتی وفود بھیجنا شروع کیے۔ لوگ مدینہ آ کر اسلام سیکھتے، اور واپس جا کر اپنے قبائل میں تبلیغ کرتے۔ یمن، طائف، نجد، بحرین، عمان تک دین پہنچ گیا۔

6. **حجۃ الوداع — عالمی دعوتی خطاب**

فتح مکہ کے دو سال بعد، نبی کریم ﷺ نے 10ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر 1 لاکھ سے زائد صحابہؓ کو خطاب فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے توحید، اخوت، انسانی حقوق، عورتوں کے مقام، سود کی حرمت اور قرآن و سنت کی پیروی پر زور دیا۔ یہ دعوتی پیغام پوری انسانیت کے لیے تھا۔

حجۃ الوداع اور دین کی تکمیل

نبی اکرم ﷺ کا حجۃ الوداع اس بات کا غماز تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی کے پیغام کو مکمل طور پر انسانیت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اس حج کے دوران نہ صرف آپ نے اپنا آخری حج کیا بلکہ آپ نے اپنے پیغام کو اس طرح سے پیش کیا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے اس کی وضاحت اور تکمیل ہو جائے۔

حجۃ الوداع کا موقع:

سنہ 10 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری سال میں، نبی ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا، اور یہ حج پوری امت کے لیے ایک تاریخی موقع تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا اور اس موقع پر آپ نے مسلمانوں کے لیے اہم پیغامات دیے۔ حجۃ الوداع رسول اللہ ﷺ کا آخری اور جامع ترین دعوتی خطاب تھا، جس میں آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات کو نہایت حکمت، جامعیت اور عالمگیریت کے ساتھ پیش فرمایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تبلیغ دین کی وہ روشنی عطا کی جو قیامت تک انسانیت کے لیے راہِ ہدایت بن گئی۔ اس موقع پر تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ میدانِ عرفات میں آپ ﷺ نے جبلِ رحمت پر کھڑے ہو کر ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جو "خطبۂ حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خطبہ اسلامی تعلیمات، انسانی مساوات، حقوق و فرائض اور تبلیغی مشن کا نچوڑ تھا۔

یہ خطبہ کئی جہتوں سے پوری نوع انسانی کے لئے اہمیت رکھتا ہے:

دین کی تکمیل کا اعلان

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے دین اسلام کی تکمیل کی اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

> **"آج تمہارے دین سے کافر ناامید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کے طور پر پسند کر لیا۔"** (سورۃ المائدہ:3)

عالمگیر دعوت:

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ»

"جو موجود ہیں وہ ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں۔"

"جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو، کبھی سننے والا پہنچانے والے سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔"

خون ومال کی حرمت :

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کے مال، خون، اور عزت کی حفاظت کرنے کی تلقین کی۔ اور دور جاہلیت کے تمام خون (قتل کے بدلے قتل) معاف فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے بیٹے کا ہے۔ (ربیعہ بن حارث آپ کا چچیرا بھائی تھا جس کے بیٹے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا)"

انسانی مساوات کا اعلان

آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوَى»

"کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"

یہ اعلان پوری انسانیت کو اسلام کے عالمگیر، مساوی اور انصاف پر مبنی پیغام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ بین الاقوامی انسانی حقوق کا منشور ہے جو بنی نوع انسان کو نبی کریم ﷺ نے دیا۔

میراث (وراثت) کی تقسیم:

آپ ﷺ نے فرمایا: " خدا نے وراثت میں ہر حقدار کو اس کا حق دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا وارث جس کے بستر پر پیدا ہو، زناکار کے لیے پتھر اور ان کے حساب خدا کے ذمہ ہے۔"

خواتین کے حقوق کا تذکرہ

آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کے حقوق کی حفاظت، اور معاشرتی عدل پر زور دیا۔ یہ بھی دین کی تبلیغ کا ایک اہم پہلو ہے کہ معاشرتی انصاف کو عام کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمھارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔"

سود کا خاتمہ اور معاشی اصلاح

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج سے تمام سود ختم کیا جاتا ہے، اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔ یہ دینِ اسلام کی معاشی تعلیمات کا اعلان تھا، اور تبلیغی پیغام تھا کہ اسلام صرف عبادات نہیں، بلکہ معاشرت و معیشت میں بھی ہدایت کا دین ہے۔

قرآن وسنت سے وابستگی

آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ خانہ خدا کا حج ادا کرو۔ میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔

مقصد کی تکمیل کی گواہی کا مطالبہ

آخر میں آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: "لوگو! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری نسبت پوچھے گا تو کیا جواب دوگے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا"۔ آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا۔ "اے اللہ تو گواہ رہنا"۔ "اے اللہ تو گواہ رہنا" اے اللہ تو گواہ رہنا اور اس کے بعد آپ نے ہدایت فرمائی کہ جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو یہ باتیں پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

وفات اور نبوت کی تکمیل:

حجۃ الوداع کے بعد صرف چند ماہ کے اندر نبی کریم ﷺ کی دنیا سے رخصت کا وقت قریب آیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو نبی ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، لیکن آپ کا پیغام ہمیشہ کے لیے زندہ رہا۔ آپ ﷺ کی زندگی، آپ کی تعلیمات اور آپ کا کردار ہمیشہ کے لیے انسانیت کے لیے ایک رہنما نمونہ بن گیا۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور دعوتِ دین کا پیغام آج بھی پوری انسانیت کے لیے روشنی کی کرن ہے۔ آپ نے نہ صرف مذہبی طور پر بلکہ معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی طور پر بھی ایک مکمل نظام دیا جو انسانوں کی فلاح اور بقا کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کی تبلیغی جدوجہد نے دنیا بھر میں انقلاب برپا کیا، اور آپ کا پیغام آج بھی انسانیت کی رہنمائی کر رہا ہے۔
اسلام کی دعوت کا یہ تسلسل آج بھی جاری ہے اور اس کا پیغام کبھی موقوف نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی کامیابی کے اثرات

نبی کریم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ صرف چند افراد یا ایک قوم تک محدود نہ تھا، بلکہ اس کا اثر پوری انسانیت پر ہوا۔ آپ ﷺ کی محنت، حکمت، صبر اور اخلاقی عظمت کے اثرات اتنے ہمہ گیر اور گہرے تھے کہ تاریخ انسانی میں کوئی اور شخصیت ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

یہاں ہم چند نمایاں اثرات کا ذکر کرتے ہیں:

عقیدۂ توحید کا فروغ

آپ ﷺ کی دعوت کا پہلا اور سب سے اہم نتیجہ یہ نکلا کہ انسانیت نے بت پرستی، شرک، جادو اور باطل معبودوں سے نجات پائی۔ عرب جیسے مشرک معاشرے میں توحید کا چراغ روشن ہوا۔ وہی لوگ جو لکڑی و پتھر کے آگے سجدہ کرتے تھے، اب خالص **اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ** کی عبادت کرنے لگے۔

اخلاقی انقلاب

نبی کریم ﷺ کی تبلیغ سے ایک عظیم اخلاقی انقلاب برپا ہوا۔ جھوٹ، ظلم، چوری، زنا، شراب نوشی، سود، قتل و غارت — سب کا خاتمہ ہوا۔ ان کی جگہ سچائی، عدل، رحم، عفت، امانت، وفاداری اور حلم نے لے لی۔ جو قومیں وحشی کہلاتی تھیں، وہ تہذیب و تمدن کا اعلیٰ نمونہ بن گئیں۔

معاشرتی اصلاح

آپ ﷺ کی دعوت سے عورت کو عزت ملی، غلام کو آزادی، یتیم کو کفالت، کمزور کو انصاف، اور ہر فرد کو برابری کا درجہ حاصل ہوا۔ قبائلی تفاخر، نسل پرستی اور جاگیرداری ختم ہوئی۔ "**لا فضل لعربی علی عجمی**" کا اعلان عالمگیر برابری کا اعلان تھا۔

سیاسی اور سماجی نظم

آپ ﷺ کی رہنمائی میں مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی، جو عدل و امن کا گہوارہ تھی۔ اس ریاست نے ایک ایسے نظام کو جنم دیا جس میں مذہبی آزادی، اقلیتوں کے حقوق، معاشی مساوات، اور عدالتی انصاف سب کو یقینی بنایا گیا۔

تعلیم و علم کی روشنی

آپ ﷺ کی دعوت نے "**اقْرَأْ**" سے تعلیم کا ایسا دروازہ کھولا جس نے صدیوں تک دنیا کو علم، فلسفہ، سائنس، ادب اور حکمت میں رہنمائی دی۔ پہلے اُمّی عرب، علم و تحقیق کے قائد بن گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ جیسے علوم کی بنیاد رکھی۔ اور اس پہلی اسلامی درسگاہ (صفہ) سے وہ جوہر قابل نکلے جنھوں نے پوری دنیا کو بہترین معاشی، سائنسی، معاشرتی نظام دیا۔ جو کہ موجودہ دور میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

دعوت کا عالمی دائرہ

رسول اللہ ﷺ کی دعوت صرف مکہ یا مدینہ تک محدود نہ رہی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور امت کے علماء و داعیان نے دنیا کے چاروں اطراف میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ افریقہ، ایشیا، یورپ—ہر جگہ دینِ اسلام کے نور نے دلوں کو منور کیا۔

دشمنوں کے دلوں میں بھی اثر

نبی کریم ﷺ کی دعوت اور کردار اتنے پاکیزہ تھے کہ سخت ترین دشمن بھی آپ کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل جیسے افراد آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام کے سپاہی بنے۔

روحانی اثرات

آپ ﷺ کی دعوت نے انسان کی روحانی تشنگی کو سیراب کیا۔ بندہ اپنے رب سے قریب ہوا، اس کے دل میں آخرت کی فکر، گناہوں پر ندامت، اور نیکی کی رغبت پیدا ہوئی۔ نماز، ذکر، دعا، تقویٰ اور توبہ کا تصور عام ہوا۔

اُمتِ وسط کا قیام

رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے ایک ایسی امت قائم ہوئی جسے "خیر امت" قرار دیا گیا۔ یہ امت خیر کی طرف بلاتی، برائی سے روکتی، اور حق کے لیے کھڑی ہوتی ہے۔ یہ اُمت آج بھی نبی ﷺ کے پیغام کی امین ہے۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت ایک انقلابی تحریک تھی جس نے دلوں، گھروں، معاشروں اور سلطنتوں کو بدل کر رکھ دیا۔ آج بھی اگر مسلمان آپ ﷺ کی سیرت و دعوت کو اپنائیں تو وہی روحانی و معاشرتی اثرات دوبارہ ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہ کامیابی صرف ماضی کی تاریخ نہیں، بلکہ آج کا نصب العین بھی بن سکتی ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گُلستاں پیدا

آج کے مبلغین حضرات کے لیے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں سبق

نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہر مسلمان کے لیے ایک کامل رہنمائی کا سامان ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بے شمار ایسے اسباق ہیں جو آج کے مبلغین کے لیے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ دعوتِ دین کا کام ہمیشہ سے ایک مشکل و چیلنجنگ عمل رہا ہے، اور نبی ﷺ نے اس میں جو حکمت، صبر اور استقامت دکھائی، وہ آج کے مبلغین کے لیے ایک نمونہ ہے۔

حکمت و بصیرت کے ساتھ دعوت دینا:

نبی کریم ﷺ کی دعوت ہمیشہ حکمت و بصیرت پر مبنی تھی۔ آپ ﷺ نے ہر فرد کی ذہنیت، حالات اور مقام کے مطابق دعوت دی۔ اسی طرح آج کے مبلغین کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کی ذہنیت اور معاشرتی پس منظر کو سمجھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کریں۔ جب انسان کو صحیح طریقے سے سمجھایا جائے، تو اس کے دل میں اثر زیادہ ہوتا ہے۔

ہمت اور استقامت:

آپ ﷺ نے ابو لہب اور ابو جہل جیسے افراد کو سینکڑوں مرتبہ دعوت ایمان دی۔ اور اس کے لئے نہ صرف مسلسل کوشش کرتے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگتے رہے۔ اور اسی طرح اپنے چچا ابو طالب کو آخری سانس تک ایمان کی دعوت دی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ لیکن آپ ﷺ نے ہمت نہیں ہاری بلکہ ہمیشہ پہلے سے زیادہ محنت سے اپنے مشن پر لگ جاتے۔ آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے کامیابی اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر اپنی ذمہ داری ادا کیا اور یہی ان کی کامیابی ہے۔

صبر اور تحمل:

آپ ﷺ نے اپنی دعوت کی راہ میں بے شمار مشکلات اور تکالیف کا سامنا کیا، مگر آپ نے کبھی بھی ہمت نہیں ہاری اور نہ ہی اپنے مشن سے پیچھے ہٹے۔ آج کے مبلغین کو بھی دعوت کے دوران مخالفت اور دشواریوں کا سامنا ہو سکتا ہے، لیکن نبی ﷺ کی طرح انہیں بھی صبر اور استقامت کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔

اخلاقی کردار کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کی سچائی، امانت داری، رحم دلی اور بردباری نے آپ کی دعوت کو کامیاب بنایا۔ آپ ﷺ کا اخلاق ہی آپ کی سب سے بڑی تبلیغ تھی۔ آج کے مبلغین کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ صرف زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی پیروی کریں۔

نرمی و آسانی:

نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ نرمی اور آسانی سے لوگوں کو دین کی طرف بلایا۔ آپ نے کبھی بھی لوگوں کو تنگ یا مایوس نہیں کیا، بلکہ اپنے حسن سلوک سے ان کے دلوں میں محبت پیدا کی۔ آج کے مبلغین کو بھی اپنی تبلیغ میں نرمی اور آسانی اختیار کرنی چاہیے تاکہ لوگ دین سے قریب آئیں۔

شخصی قربانی:

نبی ﷺ نے اپنی دعوت کی کامیابی کے لیے اپنی زندگی کی ہر چیز قربان کر دی۔ آپ ﷺ نے دنیا کی تمام لذتوں کو ترک کر کے صرف اللہ کے پیغام کو پھیلانے کے لیے اپنی ساری جدوجہد مرکوز کی۔ آج کے مبلغین کو بھی اس بات سے سبق لینا چاہیے کہ دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے کبھی نہ کبھی انہیں بھی اپنی ذاتی خواہشات اور آسائشوں کو ترک کرنا پڑ سکتا ہے۔

فرداً فرداً دعوت دینا:

نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ فرداً فرداً لوگوں کو دین کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے ہر شخص کے ساتھ اس کی حالت اور ذہنیت کے مطابق بات کی، اس کے دل میں دین کی محبت پیدا کی۔ آج کے مبلغین کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ اجتماعی محافل کے بجائے فرداً فرداً لوگوں کو قریب آئیں اور ان کے مسائل سمجھ کر انہیں دین کی حقیقت سے آگاہ کریں۔

دعا اور توکل:

نبی ﷺ نے ہمیشہ اللہ پر توکل کیا اور اپنی کوششوں کے بعد اللہ کی مدد کی دعا کی۔ آج کے مبلغین کو بھی اپنی دعوت کی کامیابی کے لیے اللہ پر مکمل بھروسہ رکھنا چاہیے اور ہمیشہ دعا گو رہنا چاہیے کہ اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔